فرازیالوجی

نوید ظفر کیانی

بسم الله الرحمن الرحيم

نوید ظفر کیانی

http://naveedzafarkiani.wordpress.com
www.facebook.com/nzkiani

احمد فراز
کے چاہنے والوں
کے نام

مشتری ہوشیار باش

کتاب کا نام — فراز یالوجی۔

شاعر — نوید ظفر کیانی۔

وضاحت — یہ کتاب احمد فراز مرحوم کے کلام کی پیروڈی و تضمین کا مجموعہ ہے جسے برقی کتاب کے طور پر شائع کیا جا رہا ہے۔

صفحات — ۲۱۸

سالِ اشاعت — ۲۰۲۲ء

سنِ اضافہ — ۲۰۲۲ء

پبلشر — نوید ظفر کیانی۔

بلاگ — naveedzafarkiani.wordpress.com

فیس بُک — www.facebook.com/nzkiani

برقی ڈاک کا پتہ — nzkiani@gmail.com

فہرست

۷۸ بینا شعر کو آئینہ

۹۹ سب آوازیں میری ہیں

۱۱۰ چوکا چھکا

۱۹۸ مرے شعرِ ریزہ ریزہ

ہم نے کچھ نہیں کہنا

(احمد فراز سکنہ عالمِ برزخ کی ایک تحریر)

کہا جاتا ہے کہ چور چوری سے جائے ہیرا پھیری سے نہ جائے، یہی حال ہم شاعروں کا ہے۔ جس شاعر کو اس کی زندگی میں کسی ایک شعر پر چھوٹی موٹی داد مل جائے یا پھر اُسے کسی قسم کے داد کا شائبہ بھی ہو جائے تو پھر وہ زندگی میں تو کیا، مرنے کے بعد بھی وہ شعر کہنے سے باز نہیں آتا۔ نہ اُسے غمِ روزگار کی کوئی فکر رہتی ہے اور نہ ہی ادب میں دور دور تک اپنا کوئی مقام نہ ہونے کی، بس شعر کہنا ہے تو کہے جانا ہے، زندگی میں بھی اور زندگی کے بعد بھی، یعنی عالمِ برزخ میں بھی۔

عالمِ برزخ میں آنا ہوا ہے تو یہاں بھانت بھانت کے شاعروں سے سابقہ پڑا ہے۔ بعض ایسے شاعر ہیں جو شعر کہہ لیتے ہیں اور اور بعض ایسے ہیں جو سمجھتے ہیں کہ وہ شعر کہہ لیتے ہیں، اُن کی اس غلط فہمی کی سزا ہم جیسوں کو مسلسل بھگتنا پڑ رہی ہے اور شائد یہ سلسلہ تا حشر جاری رہے گا۔ خیر اوروں کا کیا تذکرہ، خود ہمارا حال بھی مختلف نہیں، ہم خود شب و روز قلانچیں بھرتے ہوئے "شہرِ سخن آراستہ ہے" سے "ملکِ سخن آراستہ ہے" کی مسافت طے کر رہے ہیں، بلکہ ایک شعری مجموعہ کا مسودہ تو تیار ہو بھی چکا، اُس کے لئے کئی نام زیرِ غور ہیں، ایک سے بڑھ کر ایک۔۔۔۔ اِن شاءاللہ جلد یسو پنجو والے آفاقی اور فیصلہ کُن عمل سے کسی ایک نام پر متفق ہو جائیں گے۔ اُدھر اپنے فیض صاحب بھی "نسخہ ہائے دیگر" کی تکمیل کے لئے دن رات ایک کئے ہوئے ہیں۔ یہ اُن کی کلیات "نسخہ ہائے وفا" کا توسیعی پروجیکٹ ہے۔ آج شام کی "حلقہ ارواحِ ذوق" کی تنقیدی نشست میں اُن کی ایک تازہ غزل پر خاصی سیر حاصل گفتگو رہی۔ تنقید نگاروں نے اُن کے اشعار میں امکانات کی ایسی ایسی دنیائیں دریافت کر ماری ہیں کہ ایک بار تو فیض صاحب کا منہ بھی اُن کی ذات کی وضعداری اور سنجیدگی کے باوجود کھلے کا کھلا رہ گیا

تھا۔ چچا غالبؔ نے جو قطرے میں دجلہ دیکھنے کے بارے میں کہا تھا، وہ شاید انہی کولمبسوں کے بارے میں طنزاً کہا تھا، جسے یار لوگوں نے سنجیدہ لے لیا تھا۔

عالمِ برزخ میں ترقی پسندانہ تعصب کے باوصف غالبؔ سے بھی ملاقاتیں رہیں اور اُن سے اردو کے شعری اسلوب پر خوب مباحث برپا رہے۔ کہا جاتا ہے کہ جب کوئی بندہ پروفیسر بن جائے تو پھر کبھی نہیں سدھرتا لیکن اس کے باوجود ہم نے ادب کے ایک طالبِ علم کی حیثیت سے اُن سے بہت کچھ حاصل کیا۔ بڑے لوگوں کا فن بھی غریب کی جورو کی طرح ہوتا ہے، جو سب کی بھابھی بن جاتا ہے۔ ہم نے بقلم خود اپنی حیات میں چچا غالبؔ کے ایسے ایسے اشعار سنے اور پڑھے ہیں کہ چکرا کر رہ گئے ہیں۔ ایک شعر وکٹیکن سٹی جتنا تو دوسرا تابہ خاکِ کاشغر۔ عوام کی اِس غالب نوازی کے قائل تو چچا غالبؔ تھے ہی لیکن اس ضمن میں غالبؔ فہموں کی بھی کمی نہیں۔ چچا موصوف فرماتے ہیں کہ یہاں اُن کا سامنا ادب کے ایک ایسے بزرجمہر سے بھی ہوا ہے، جنہوں نے اُن پر ڈاکٹریٹ کر رکھی ہے۔ موصوف کے پی ایچ ڈی کے تھیس کا عنوان تھا ''غالبؔ اور چیچوں کی ملیاں'' چچا غالبؔ حیران ہیں کہ اس موضوع پر ڈاکٹر موصوف نے سات سو صفحات کا مقالہ کیونکر لکھ مارا جبکہ انہوں نے اپنی ساری زندگی میں چیچوں کی ملیاں کا نام بھول کر بھی نہیں لیا تھا۔ بس اِن دِنوں کچھ ایسا ہی سلسلہ چل رہا ہے ہمارے عالمِ برزخ میں۔

''حلقۂ ارواحِ ذوق'' کی تنقیدی نشست سے واپس آیا تو فرشتوں نے اطلاع دی کہ عالمِ بالا کے کلاؤڈ میں سے اہلِ زمین کی طرف سے ایک مخصوص ٹرانسمیشن پروٹوکول کے پیکٹس میں ہمارے نام بہت سے سربمہر پیغامات موصول ہوئے ہیں۔ اِن سب پیغامات کی خاص بات یہ ہے کہ اِن کے بھیجنے والے ایک ہی صاحب ہیں اور وہ ہیں نوید ظفر کیانی۔ پتہ نہیں کون صاحب ہیں، ہمارے کوچ کے بعد خدا جانے رُوئے ارضی پر موسمی تغیرات کے سبب کیسے کیسے ساون نازل ہوتے رہے ہیں اور اس کے نتیجے میں کیسے کیسے حشرات الارض پیدا ہوتے رہے ہیں۔ یہ صاحب بھی کسی ایسے ہی حادثے

کی پیداوار لگ رہے ہیں۔ لگتا ہے کیانیوں کو فوج اور پولیس کے محکموں سے فراغت مل گئی ہے اور اب وہ بھی جسٹس اے آر کیانی کی طرح کچھ سوچ بچار والا کام بھی کرنے لگ گئے ہیں۔ بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے۔

موصوف کیانی کی کہ مکرنیوں سے جو بات ہمارے پلے پڑی ہے وہ یہ ہے کہ یہ صاحب ہمارے کلام کی نک سک کو بگاڑے بیٹھے ہیں اور اِس واردات کی تحریری داد چاہتے ہیں۔ ہمارے کلام پر پیروڈیوں کی برقی کتاب ''فرازیالوجی'' پر ہمیں سے مقدمہ لکھوانا چاہتے ہیں جبکہ اس پر مقدمہ کرنا بنتا ہے۔ آپ ہی بتلائیے کہ ہم اِس طور اپنا منہ چڑانے پر اُن کی ستائش کیونکر کر سکتے ہیں؟ کیا دنیا میں کوئی ایسا شخص نہیں بچا جو اِس پر دو دو حرف بھیج سکے۔ اپنے ملک میں تو ایسے ایسے عجوبہ روزگار صاحبانِ فہم و ذکاء بکثرت موجود ہیں جو کتاب دیکھے یا پڑھے بغیر بھی اس پر پچاس ساٹھ صفحات کا مقالہ لکھ سکتے ہیں۔

نہ بابا نہ! یہ ہمارے بس کی بات نہیں، ہماری سمجھدانی میں ہر قسم کا لون شکر موجود ہے لیکن یہ طنز و مزاح کے نام پر ادب کے ساتھ کھلواڑ کرنے والی کل ہم میں نصب نہیں کی گئی ہے۔ یہ نہیں ہے کہ ہم نرے سنجیدہ خان کے پوتے رہے ہیں۔ جو دوست احباب ہم سے ذاتی طور پر آشنا ہیں، اُنہیں بخوبی معلوم ہے کہ ہم از حد بذلہ سنج واقع ہوئے ہیں۔ زاہدِ خشک جیسا رتیلا پن تو ہمیں چھو کر بھی نہیں گزرا۔ ہمارے کلام میں رومانیت کا عنصر بھی خاصا ہشاش بشاش مارکہ ہے۔ آپ حضرات نے ہمارا یہ شعر تو پڑھا ہی ہوگا ؎

سفر طویل سہی گفتگو مزے کی رہی
وہ خوش مزاج اگر تھا تو میں بھی نہ تھا

یہ محض شعر نہیں، بلکہ ہماری عملی زندگی کا مکمل آئینہ دار ہے لیکن ہماری یہ بشاشت و چلبلاہٹ کسی ہزل کی تو ہرگز ہرگز متحمل نہیں ہوسکتی۔ ہم کوئل کے ترنم پر تو خامہ فرسائی کر سکتے ہیں اور دل کھول کر سکتے ہیں لیکن گستاخی معاف، کوؤں جیسی کائیں کائیں پر قلم

اٹھانے کا بوتا ہم میں نہیں۔

کیانی صاحب نے ہم سے منسوب کچھ مواد کے متعلق ہماری رائے پوچھی ہے۔ ممکن ہے یہ مواد جنہیں وہ اشعار قرار دے رہے ہیں، دورِ نو کے کلجگ میں واقعی اشعار ہی کہلاتے ہوں کیونکہ جب ہم نے عالمِ بالا کی جانب کوچ کیا تھا تو اُس وقت تک اردو شاعری میں عجیب وغریب تجربات ہو رہے تھے۔ ہزار ہا نثری نظموں کے مجموعے تولد ہو چکے تھے۔ ممکن ہے کہ ہمارے ادب نوازوں نے ایک قدم اور آگے بڑھا لیا ہو اور اب نثری غزل کی بھی داغ بیل پڑ گئی ہو۔ اگر ایسا ہوا ہے تو ہمیں یقین ہے کہ محترمی ظفر اقبال سلمہ نے ضرور اس پر طبع آزمائی کی ہوگی۔ تبدیلی بری ہو یا بھلی، انہوں نے ہر شرک کے ساتھ فلرٹ کیا ہے۔ تاہم اس کے باوجود ہمارے نزدیک یہ محض مواد ہے، دوسطری نثری مواد۔ ہر پہلی یا دوسری سطر میں ہمارا تخلص استعمال کر کے گویا ہم سے انتقام لیا گیا ہے۔ بڑے اور معروف شعراء کے ساتھ بھی عجب کھیل کھیلا جا رہا ہے۔ ہم سے پہلے علامہ اقبال بھی اسی ادبی تخریب کاری کا شکار رہے ہیں۔ ایک غیر معروف شاعر کا یہ شعر تو مستقل طور پر اُن سے منسوب رہا ہے بلکہ بہت سے مقررین تو تادمِ تحریر پورے جوش وخروش سے انہیں کے نام پر یہ شعر پڑھتے ہیں ؎

تندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اُڑانے کے لئے

حکومتِ وقت کو چاہئیے کہ وہ باقاعدہ اعلامیہ جاری کرے جس کے تحت شاہین یا عقاب کے لفظ کو علامہ اقبال کے نام سے رجسٹرڈ کر دیا جائے اور شعراء کو خبردار کر دیا جائے کہ آئندہ اپنے اشعار میں اِن الفاظ کو اپنے شعر کا حصہ نہ بنائیں ورنہ متعلقہ شعر / اشعار بحق اقبال وسرکار فوراً سے پیشتر ضبط کر لیا جائے گا۔ خیر حکومت نے اس ضمن میں بھلا کیا کرنا ہے، اقبال کے عقیدتمند از خود اسے / انہیں حضرت علامہ کے اکاؤنٹ میں ڈیپازٹ کرنے میں قطعاً دیر نہیں لگائیں گے۔

اگرچہ ہمارا دعویٰ ہے کہ ہمیں بہت زیادہ سراہا گیا ہے اور سننے والوں کی

طرف سے، خصوصاً صنفِ نازک کی طرف سے ہمیں اس قدر محبتیں ملی ہیں کہ جس کا احاطہ کرنا کم از کم ہمارے لئے تو ممکن نہیں۔ اگر چہ ہم نے اپنے ایک شعر میں اس امر کا کھلے دِل سے اعتراف بھی کیا ہے ؎

اور فرازؔ چاہئیں کتنی محبتیں تجھے
ماؤں نے تیرے نام پر بچوں کا نام رکھ دیا

اِس شعر کا پس منظر ایک حقیقی واقعہ تھا جب ایک مادر نما خاتون نے اپنے ایک نقشِ فریادی کا تعارف ہم سے احمد فراز کے طور پر کروایا تھا اور ہم اُن کی ''ہاں ہاں'' میں صوتی و معنوی تال میل ڈھونڈتے رہ گئے تھے۔ تاہم ہمارے ساتھ بھی اُسی قسم کا ہاتھ ہوا ہے جیسا جناب علامہ کے ساتھ ہوا ہے۔ ایک شعر تو تواتر کے ساتھ ہم سے منسوب کیا جاتا رہا ہے اور کیا جا رہا ہے ؎

اِن بارشوں سے دوستی اچھی نہیں فرازؔ
کچا ترا مکان ہے کچھ تو خیال کر

اب خدا جانے کس فرازؔ نے کس دِل سے یہ شعر لکھا ہوگا، ہم نہ چاہتے ہوئے بھی بیٹھے بٹھائے اِس کے مالک بن بیٹھے۔ اگر چہ سب کو معلوم ہے کہ ہم نے اپنے معیارِ عشق کو کبھی پست نہیں ہونے دیا۔ شاہانہ انداز سے دل لگی کی ہے اور خسروانہ انداز سے دل کی لگی سے نمٹے ہیں۔ کئی کنالوں پر مشتمل کوٹھی میں زندگی گزاری ہے، یہ کچے مکان والی مسکینیت تو ہمارا رنگ ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتی۔

اِسی طرح ہم آپ سب لوگوں کے ملاحظے کے لئے خود سے منسوب کیا ٔنی صاحب کے بھیجے ہوئے تمام اشعار ذیل میں درج کر رہے ہیں، جن کی تخلیق کا ثواب بہت سے کھلنڈروں کے ذمے ہے تا کہ آپ کو بھی اندازہ ہو سکے کہ آپ کے محبوب شاعر کے ساتھ ہوتا کیا رہا ہے:

وہ کہتا تھا تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے فرازؔ
چماٹ مار کے میں نے ایک ہاتھ سے بجا ڈالی سالے کی

ہماری تو کچھ قسمت ہی ایسی نکلی فراز
زمین ملی وبنجر، دوست ملے تو کنجر

مجھ سے لوگ ملتے ہیں میرے اخلاق کی وجہ سے فراز
ہور میرے کوئی سموسے تو نئیں مشہور

جس دن سے مجھے اُس نے چھوڑا ہے فراز
اُس دن سے موبائل کی بیٹری چھ دن چلتی ہے

کوئی مرنہیں جاتا انجیکشن لگوانے سے فراز
بس اُٹھنے بیٹھنے کا انداز بدل جاتا ہے

جو لوگ پانی میں ایلفی ڈال کر نہاتے ہیں فراز
وہ لوگ کبھی ٹوٹ کے بکھرا نہیں کرتے

ہم کسی کی دوستی کے منتظر نہیں ہیں فراز
جو ہم کو چھوڑ کر جائے گا رکشہ ہی چلائے گا

وہ ہمیں بے وفا کہتے ہیں تو کہتے رہیں فراز
امی کہتی ہیں جو کہتا ہے وہ خود ہوتا ہے

اُس نے مجھے رات کو اکیلے جنگل میں چھوڑ دیا فراز
یہ کہہ کر کہ پیار کیا تو ڈرنا کیا

تنہائی میں بیٹھ کر بیلنس ہی چیک کیا کرتے تھ فراز
ظالموں نے اس پر بھی ٹیکس لگا دیا

اب اِن بکھرے ہوئے کاغذوں میں کیا ڈھونڈتے ہو فراز
جس میں تمہاری تصویر تھی اس میں پکوڑے کوئی لے گیا

جس نگر بھی جاؤ ہر طرف چرچے ہیں بیگم کے فراز
کوئی لا کر رو رہا ہے، کوئی لانے کے لئے رو رہا ہے

فراز کی شادی میں ہوئے سیکڑوں پھول نچھاور
کیمرہ مین احمد فراز کے ساتھ جیو نیوز پشاور

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
اور ان کی جوتیاں لے کر بھاگ گیا فراز

ذلالت اور گالیوں کا نشانہ صرف تم نہیں فراز
سنا ہے اس زمانے میں کوئی زرداری بھی ہے

ایک نفرت ہی نہیں دنیا میں درد کا سبب فراز
سنا ہے انجکشن کی سوئی بھی درد دیتی ہے

چلو فراز اب موسم کا مزہ چکھیں
تمام دوائیں بچوں کی پہنچ سے دور رکھیں

لیلیٰ کی لڑائی میں لفڑا ہوگیا
اتنا ناچا فراز کہ لنگڑا ہوگیا

فراز تمہارے جانے سے دل بہت روتا ہے
اوپر پنکھا چلتا ہے نیچے منا سوتا ہے

اب تو ڈر لگتا ہے کھولنے سے بھی دراز
کہیں ایسا نہ ہو اس میں سے نکل آئے فراز

یہ کیا تو سفید کرتے میں پھر رہا ہے فراز
اج کالا جوڑا پا ساڈی فرمیش تے

کون کہتا ہے کہ بچوں کو نمبر نہیں ملتے فراز
زونگ تو اشتہاروں میں نمبر بانٹ رہا ہے

در در پھرتے ہیں غمِ عشق کے مارے
صوفی سوپ کے لشکارے، جگمگ کپڑے سارے

اتنا سُن کر ہی ہمارا دل ٹوٹ گیا ہے فراز
The number you have dialed is busy on another call

اب کے تجدیدِ وفا کا نہیں امکاں جاناں
کھانے کے بعد اپنا اپنا بل منگوانا

فرازؔ وگ لگا کر بارات لے کے چل پے
متھے تے چمکن وال میرے بنڑے دے

میں نے تمہیں چاہا تھا چاہنے کی حد تک فرازؔ
تم نے تو بھول کر ہمیں حد ہی کر دی

برباد کرنے کے اور بھی راستے تھے فرازؔ
نجانے انہیں محبت کا ہی خیال کیوں آیا

اُداس الو کی طرح کیوں بیٹھے ہو فرازؔ
رجسیم چینج کا حصہ بنو، عیش کرو

اک وقت تھا لوگ ہمارا دل مانگتے تھے فرازؔ
اب تو جو بھی آتا ہے سالن ہی مانگتا ہے

اس دنیا میں تنہائیاں ہی بہتر ہیں فرازؔ
ہجوم میں لوگ ہاٹ سپاٹ مانگ لیتے ہیں

اِن نام نہاد اشعار کی وجہ تسمیہ کا ہم کو بخوبی ادراک ہے، ہم تاعمر جودین کے جھوٹے ٹھیکیداروں سے چہلیں کرتے رہے ہیں اور اُن کی دُموں پر پاؤں رکھنے کی شرارت اس قدر تندہی سے سرانجام دیتے رہے ہیں تو اس کا آخر کوئی نہ کوئی نتیجہ تو نکلنا ہی تھا۔ سیاسی وسماجی ملاؤں نے ہمیں بعد از انتقال دھوبی پٹرا دے مارا ہے اور ہمارے

متعلق ایسی بے سروپا افواہ اُڑائی ہے کہ سادہ لوح لوگوں کی غیرتِ ایمانی میں غیض و غضب کی چنگاریاں سی بھڑک کر رہ گئی ہیں۔ یہ ساری چاند ماری اُسی کا شاخسانہ ہے، خیر، اب ہم اِس کے بُرے بھلے اثرات سے غافل ہو چکے ہیں۔ ہمارا دفاع تاریخ کرے گی جو کبھی ناانصافی نہیں کرتی۔

ابنِ انشاء نے دنیا کی ہر شے کو مایا قرار دیا تھا، سب کچھ مایا ہی سہی لیکن مندرجہ بالا معروضات کے باوصف ہم نے کتابِ ہذا کے لئے کچھ بھی تحریر نہیں کرنا۔ آپ لوگوں سے یہ بھی نہیں کہنا کہ یہ کتاب مت پڑھیں۔ ہمیں یقین ہے کہ یہ جملہ آپ کے مزید اشتہاء کا باعث بنے گا اور کتاب کی سرکولیشن میں دوگنا اضافہ ہو جائے گا، اس لئے ہم نے کچھ نہیں کہنا۔

احمد فراز

(سکنہ برزخ)

۱۴راگست ۲۰۲۲ء

غزل نشانہ کروں

کہا تھا کس نے کہ پیروڈیاں کمائے جا
فراز اور اُسے حالِ دل سنائے جا

ہم سے بگڑ کے وہ بھی مقدر کے ہو گئے
جس گھر سے رشتہ آیا اُسی گھر کے ہو گئے

پھر یوں ہوا کہ "میم" سے رشتہ بنا لیا
دیکھا گرین کارڈ تو باہر کے ہو گئے

جانے میرا عشاق میں نمبر تھا کون سا
اِس دل سے محو نام بھی اکثر کے ہو گئے

رشوت نے بابوؤں کا مقدر جگا دیا
اکثر گریڈ بیس کی ٹکر کے ہو گئے

کہتے تھے صیدِ کاکل و گیسو ہیں بیوقوف
پھر رفتہ رفتہ خود اُسی "گھنگھر" کے ہو گئے

یوں نہ ہمیں شکار کرے ہر نظر کہ ہم
زیبا کے ہو گئے کبھی کوثر کے ہو گئے

روتے ہو اِک فریدۂ گل آفریدہ کو
دیکھو تو کتنے گال چقندر کے ہو گئے

یوں ڈھیٹ اور زیادہ کہیں نہ ہوجائیں
سو بِن بلائے کی دعوت سے اب چلو جائیں

کہاں ہیں صید کہ جو فائلوں کے پیچھے تھے
کوئی پکارو کہ ہم بھی کسی کو چو جائیں

جہاز سر سے گزرنے تھے وہ تو گزریں گے
مگر یہ آپ کو کھنگ کیوں ہے، آپ تو جائیں

الجھنا ہے ترے سودائیوں نے شادی میں
یہ سادہ لوح بھی پاگل کہیں نہ ہو جائیں

ہماری بیوی کو بابل کی یاد آئی ہے
چلو کہ مقتل سسرال دوستو جائیں

یہ گھر کی کنڈی تو کھلتی نظر نہیں آتی
یہیں تھڑے پہ ہی آؤ نویدؔ سو جائیں

تم پہ سو جان سے فدا ہونا
گویا اچھا ہوا ''گدھا'' ہونا

سب کی ٹانگوں کو توڑنا چاہوں
اِک ستم ہے شکستہ پا ہونا

کتنی پیاری ہے میری اسٹینو
کتنا لازم ہے بے وفا ہونا

رنگے ہاتھوں ہی پکڑے جاتے ہیں
چاہتے جب ہیں پارسا ہونا

کوئی افسر بنے تو کھل جائے
آدمی کا یہاں خدا ہونا

ٹھونس دے گا حلق حلق غزلیں
کسی شاعر کا دوست کیا ہونا

جو رنجشیں تھیں، جو دل میں غبار تھا، نہ گیا
گلا دبا کے بھی اب کے ترا گلہ نہ گیا

اب اُس کے جلوے کے جلوے کو بھی ترستا ہوں
کل اُس سے لے کے میں کیونکر اُدھار کھا نہ گیا

اب اس کے ساتھ ہوئی ہے وہ ستھری کہ توبہ!
وہ دوست ہو بھی تو سمجھو کہ دوستانہ گیا

نگاہِ یار کا کیا ہے، ہوئی ہوئی نہ ہوئی
"چول پنا" ہے یہ دل کا، گیا گیا نہ گیا

سبھی کو آبرو پیاری تھی بھانڈ کے آگے
بس اِک ظفرؔ تھا کہ خبطی سے چُپ رہا نہ گیا

یہ عالم شوق کا دیکھا نہ جائے
وہ "عاشق کم گدھا" دیکھا نہ جائے

یہ کن نظروں سے تو نے آج دیکھا
کہ تیرا تاڑنا، دیکھا نہ جائے

میں دیکھوں جب بھی تیرا طولِ قامت
کوئی تیرا سِرا دیکھا نہ جائے

ہمیشہ کے لئے بوتھے کو گم کر
یہ تیرا تھوبڑا دیکھا نہ جائے

غلط ہے یا نہیں، یہ آزما کر
تجھے اے بے حیا دیکھا نہ جائے

مصیبت میں تو دو سو میل خود سے
کوئی بھی آشنا، دیکھا نہ جائے

ظفر سارے حسینوں پر فدا ہے!
تجھے اتنا ''چھڑا'' دیکھا نہ جائے
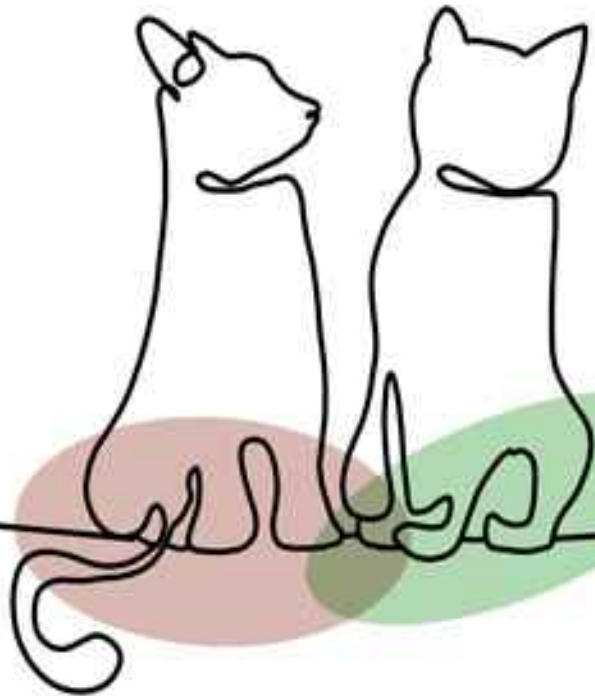
ہر دوا درد کو بڑھا ہی دے
ڈاکٹر اب تو بدلوا ہی دے

بھونکنے والے کو معاف نہ کر
کیا خبر کاٹنے کو آ ہی دے

مختلف سمت جس کی آنکھیں ہیں
وہ مجھے طعنِ بد نگا ہی دے

یہ بھی اک شیوۂ رفاقت ہے
اُس کی گنجی پہ دو ٹِکا ہی دے

گومگو کے عذاب سے نکلوں
آخری "سپ" بھی تو دِکھا ہی دے

بجلی والوں کا فرض ٹھہرا ظفرؔ
سب گھروں کا دِیا بجھا ہی دے

دُکھ فسانہ نہیں کہ تجھ سے کہیں
تیرا تھانہ نہیں کہ تجھ سے کہیں

ڈاکٹر سے ہے بے کلی کا گلہ
تُو سیانا نہیں کہ تجھ سے کہیں

اِک بُتِ شوخ سے ہوں محوِ فلرٹ
گھر بسانا نہیں کہ تجھ سے کہیں

فیس بک پر شئر کریں جا کر
اب زمانہ نہیں کہ تجھ سے کہیں

قاصدا! خوباں کی کمی تو نہیں
اِک ٹھکانہ نہیں کہ تجھ سے کہیں

دوستا! دردِ دل ہے، بھگتیں گے
یہ "مکھانہ" نہیں کہ تجھ سے کہیں

اب کرونا ہے، گھر میں بیٹھے ہیں
آنا جانا نہیں کہ تجھ سے کہیں

ساتھیا! مک لے تو ہر کام سے پہلے پہلے
میرا ''کھانا'' ہے کہیں شام سے پہلے پہلے

تو گرفتارِ بلا! سعیٔ دُرستی ہے عبث
ہم جھگڑ بیٹھے ہیں حکام سے پہلے پہلے

یوں نبھانے کو محبت تو نبھا دیتا میں
میری بس ہو گئی انجام سے پہلے پہلے

اب مرے ذکر پہ وہ موڈ بدل لیتے ہیں
دُم ہلاتے تھے کبھی نام سے پہلے پہلے

ڈاکومنٹ سامنے تھا عہدِ وفا کا لیکن
''میم'' کا ہو گیا وہ ''لام'' سے پہلے پہلے

ہائے کیا کیا نہ ''چول'' مار لیا کرتے تھے
کسی تفہیم سے، افہام سے، پہلے پہلے

بیاں یوٹرن کی سب سے فضیلتیں کرنی
اے خان تجھ کو نہ آئیں سیاستیں کرنی

یہ کیا کہ گھر میں پدھاری ابھی ہو اور تمہیں
شمار ابھی سے جیٹھانی کی غیبتیں کرنی

کوئی صنم ہو کہ افسر ہو، جس سے اڈا لگے
تمام عمر اُسی کی شکایتیں کرنی

سب اپنے اپنے حسابوں کا پائیں گے حصہ
کسی کو ٹھینگا، کسی کی سواگتیں کرنی

وہ زُود رنج سے افسر بھی ہیں دفاتر میں
ذرا سی بات پہ سب کی حجامتیں کرنی

یہ لوگ کیسے رہے مستقل مزاج گدھے
ہمیں تو راس نہ آئیں محبتیں کرنی

جو نظم لکھنی سو لکھنی کچھ اس طرح مبہم
کئی نقادوں کی سو سو وضاحتیں کرنی

کبھی نوید اُلجھانے معاشقوں میں
کبھی شمار پرانی شرارتیں کرنی
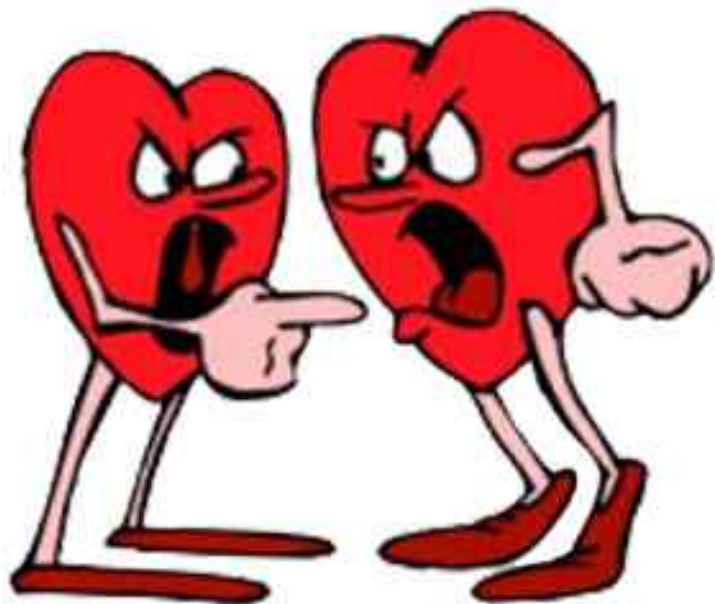
شوخ جز ٹھینگا نمائی نہیں دیتا کچھ بھی
ایسا پردہ ہے دکھائی نہیں دیتا کچھ بھی

بوٹیاں بھول کے چانپوں کو غنیمت جانو
ورنہ کم بخت قصائی نہیں دیتا کچھ بھی

وہ مجھے زہر نصیبوں کا سمجھ کر پی لیں
تیرے ویروں کو بھائی نہیں دیتا کچھ بھی

اب تو لگتا ہے کہ عشاق چھٹی حس سے گئے
نہ بجے بیل تو سنائی نہیں دیتا کچھ بھی

منہ نہ کھولوں تو کوئی بات نہیں کر سکتا
آنکھ موندوں تو دکھائی نہیں دیتا کچھ بھی

اس سے پہلے کہ کھلے سرترا، کچھ ہوش ظفرؔ
ذوقِ آشفتہ نوائی نہیں دیتا کچھ بھی

جز ترے کوئی پھُلائے نہ ''پھُنّانے'' میرے
تو کہاں ہے مگر اے دوست ''ٹوانے'' میرے

تو بھی لوفر ہے مگر آج ہیں اُس کوچے میں
مردِ آوارہ کی مانند ٹھکانے میرے

کوئی جھنجھیری تھی یا تو تھا مگر ہجر کی رات
دیر تک گاتا رہا آ کے سرہانے میرے

یہ ترا ''ڈھیٹ پنا'' کتنا مثالی سا ہے
اپنے کہہ کہہ کے سناتے ہو فسانے میرے

لٹ کے بھی خوش ہوں کہ اشکوں سے بھرا ہے دامن
دیکھ اے نیب کہ یہ بھی ہیں خزانے میرے

آج اِک ڈول چرس پی گیا میں اُس کے بغیر
جس کے ہوتے ہوئے ہوتے تھے پیمانے میرے

پھر چلے آؤ مزا مجھ کو چکھانے کے لئے
پھر پکارا ہے تجھے دل کی صدا نے میرے

کاش اب تیری اڑنگی کی سعادت بھی ملے
یار آتے ہیں بہت خاک چٹانے میرے

ہوں قرنطینہ میں اے زود فراموش مرے
تجھ کو تو چھین لیا عہدِ وبا نے میرے

چار چشمی تو بہت ہیں مگر اے جانِ فراڈ
جز ترے اور کوئی پینترے جانے میرے

بل کوئی گیس کا ہے یا ہے بلا، لے جائے
یہ وہ آندھی ہے، بجٹ سارا اُڑا لے جائے

مقتدر کس نے بنایا تھا، ہمیں ہوش نہیں
کوئی آئے، اُسے کرسی سے اُٹھا لے جائے

اور سے اور ہوئے جاتے ہیں اب نرخِ دوا
اب متاعِ دل وجاں بھی کوئی کیا لے جائے

جانے کب ڈوبے ترے نام پہ گلیوں کا جہاز
جانے کب سوٹا کوئی ہم کو اُڑا لے جائے

ووٹروں کا یہی لیول ہے تو منزل معلوم
جو بھی آئے ہمیں باتوں میں لگا لے جائے

اور ٹھرکی کو بھلا کون پکارے گا ظفرؔ
لو ڈوے دینا اگر کوئی صبا لے جائے

اب بھی لیڈر پہ یقیں، لوگ بھی دیوانے ہیں
اِک گدھا میں ہی نہیں، لوگ بھی دیوانے ہیں

میری درگت بھی بنی ہے تیرے کوچے میں مگر
اے مری زہرہ جبیں، لوگ بھی دیوانے ہیں

عقل کا کام کہاں، زلف کا ''لام'' کہاں
یہ کوئے چکری نشیں لوگ بھی دیوانے ہیں

آپ تو بھینس چراتے ہیں بڑے ہیر، حضور!
آپ اور کمی کمیں، لوگ بھی دیوانے ہیں

اِک ملاقات ''سکائپ'' پہ کبھی روز مگر
ہم کہیں، آپ کہیں، لوگ بھی دیوانے ہیں

ہم چھچھڑے لوگ ''چول پن'' سے ہیں بدنام ظفرؔ
ورنہ کچھ کچھ یہ حسیں لوگ بھی دیوانے ہیں

نہ لاسکے جب کسی کے نخروں کی تاب سارے
تو کر گئے کوچ اُس کے کوچے سے خواب سارے

بصورتِ ''اے سی آر'' کیا کیا رقم ہوئے ہیں
ہمارے کردہ، نہ کردہ جو تھے حساب سارے

گلاب بی بی! تم آئی ہو تو اِدھر سے گزرو!!
کہ تاڑنا چاہتے ہیں تم کو یہ ''صاب'' سارے

یہ سانحہ ہے پھندروں سے اُلجھ پڑے تھے
یہ واقعہ ہے کہ ہو رہے ہیں خراب سارے

بُرا ہوا ہم نے دوستوں پر نظر نہ رکھی
لپیٹ کر لے گیا ہے کوئی کباب سارے

نوید کس نے یہ فیس بک پر لگا دیے ہیں
رُقعات کر کے ترے مرے بازیاب سارے

مجھ کو باتیں ہی سنانے آئے
سالے آنکھیں ہی دِکھانے آئے

کوئی ٹینڈر ہو تو ہم سوچتے ہیں
تیرے کھانے کے زمانے آئے

ایسے سُوجھا تیرا بوتھا جیسے
ہم تجھے شعر سنانے آئے

دیکھ کر تنہا سرِ راہ مجھے
ہر کوئی سینگ لڑانے آئے

میرے مقروض! ہمیں دیکھ کہ ہم
کچھ تجھے یاد دلانے آئے

دِل دھڑکتا ہے تجھے دیکھ کے یار
مجھ کو دعوت پہ بلانے آئے

ہر الیکشن پہ یہ دِل کہتا ہے
شاید اب ہوش ٹھکانے آئے

آ کریں ''tweet'' ہی تا دیر ظفرؔ
نیند کس وقت نہ جانے آئے

باتونیوں سے کیسے کوئی گفتگو کرے
جو چاٹ کر دماغ، اِسے بے نمو کرے

اب تیرے ساتھ دوڑ کا مجھ کو بھی شوق ہے
پر دِل یہ چاہتا ہے کہ آغاز تو کرے

تیرے بغیر بھی تو کباڑہ ہے زندگی
اب ہو کے خوار کون تری جستجو کرے

یہ آرزو ہے، دیکھ لوں میک اپ بغیر بھی
تا عمر پھر یہ دل نہ کوئی آرزو کرے

وہ گائنی کی نرس ہے، جس کا بیمار ہوں
اب اُس کے، حادثہ ہی، کوئی روبرو کرے

چپ چاپ جس جگہ پر ہو، بیٹھے رہو ظفرؔ
بیوی تو عرضِ حال پہ بے آبرو کرے

عشق تو ایک حماقت کا فسوں ہے یوں ہے
یوں تو کہنے کو سبھی کہتے ہیں یوں ہے یوں ہے

بیوی سے لڑ کے کہیں پر ہے ستادہ کب سے
ایک شوہر نہ دِرُوں ہے نہ برُوں ہے یوں ہے

تم نے تصویر ہی دیکھی ہے، اُسے دیکھا نہیں
نوکِ ہر بال پہ اِک جنبشِ جوں ہے یوں ہے

اپنے ہی داؤ لگائے ہوئے بیٹھے ہیں سبھی
عشق کا نام خرد ہے نہ جنوں ہے یوں ہے

اب تم آئے ہو مری جان بنانے وڈیو
اب تو دریا میں تلاطم نہ سکوں ہے یوں ہے

ناصحا! تجھ کو خبر کیا کہ ریاضی کیا ہے
روز آجاتا ہے سمجھاتا ہے یوں ہے یوں ہے

ہر برس اِک نئے ماڈل کا ہے معمار ظفرؔ
عقد اِک سلسلۂ کن فیکوں ہے یوں ہے

اِک کرنٹ کیا نہیں تھا جو کچھ تھا
بِل کے اندر کہیں تھا جو کچھ تھا

اپنے گھر میں تو پھنّے خاں تھا بہت
میں بھی اپنے تئیں تھا جو کچھ تھا

کر کے میک اَپ وہ سیلری دشمن
خوب صورت تریں تھا جو کچھ تھا

کوئی مکھی سی آ رہی تھی نظر
جام میں تہہ نشیں تھا جو کچھ تھا

چھوڑ آئے عبث دبئی کی جاب
یار سب کچھ وہیں تھا جو کچھ تھا

وہ دلہن کی تھی اوّلین کوکنگ
زہر تھا، انگبیں تھا، جو کچھ تھا

آئینہ دیکھ کر کھلا ہے ظفرؔ
میں تو کچھ بھی نہیں تھا، جو کچھ تھا

دَبکے ایسے کسی لٹھ مار سے لگ جاتے ہیں
وہ جو "لِسّے" ہیں وہ دیوار سے لگ جاتے ہیں

نشہ پہلے تو بتاتا ہے کہ سب "اے۔ون" ہے
بعد میں روگ بھی نسوار سے لگ جاتے ہیں

ویسے تجار دکھا دیتے ہیں دِن میں تارے
پھر تو اتوار کو بازار سے لگ جاتے ہیں

اِضطراری کبھی شامت کا سبب بنتی ہے
جب سرِ عام گلے یار سے لگ جاتے ہیں

خلق چینی کی تمنا میں رُلی پھرتی ہے
اور گودام میں انبار سے لگ جاتے ہیں

کچھ حوادث یہاں سڑکوں پہ بھی ہوتے ہیں ظفرؔ
کچھ نشاں گاڑی کی رفتار سے لگ جاتے ہیں

کسی کو بھی محبت میں ملا کیا
بجز ٹھینگا مقدر میں رہا کیا

یہ مانا کہ نہیں ہے عشق آساں
سو ہم چکنے گھڑوں کا حوصلہ کیا

جہاں ہم بوزنے نہ پہنچ پائے
وہیں تھی خوابگاہِ صاعقہ کیا

وصال و ہجر بس کیفیتیں ہیں
وگرنہ فون پر گپ شپ میں بھتا کیا

ظفرؔ اب بھی وہی لیچڑ پنا ہے
تو قائم ہے پرانا سلسلہ کیا

یوں عطائیوں کے پیچھے کہیں جاں سے ہی نہ جاؤ
وہ جو ڈاکٹر نہیں ہے، اُسے نبض کیوں دکھاؤ

یہ جو عقد کی ہے دلدل بڑی دُور تک گئی ہے
جو گیا وہ پھر نہ نکلا، مری بات مان جاؤ

یہ کلر کلر کے چشمے یونہی رائیگاں نہ جائیں
کبھی "میم" کو پکارو، کبھی "نون" کو بلاؤ

وہ زنانیاں فتوری جو بتا گئی ہیں نسخے
یونہی اپنا رسک مت لو، وہ میاں پہ آزماؤ

وہ بنا ہے سام انکل تو تمہیں لحاظ کب تک
جو تمہیں دکھائے آنکھیں، اُسے ٹھینگا تم دکھاؤ

اگرچہ اب کوئی سودا کوئی جنوں بھی نہیں
میں تاک جھانک سے باز آ گیا ہوں یوں بھی نہیں

لب و دہن تو ملا، ڈر ہے تیرے گھونسے کا
جو منہ میں آئی ہوئی ہے، وہ کہہ سکوں بھی نہیں

ترا بھرم تیرے میک اپ نے رکھ لیا ورنہ
یہ دِل کہے کہ تجھے عمر بھر ملوں بھی نہیں

وہ جن سے قرض لیا تھا وہ لوگ بیٹھے ہیں
اِسی لئے تو میں گھر ہوں بھی اور ہوں بھی نہیں

because جانا ہے فدوی نے چیچوں کی ملیاں
وہ پاس آئے تو ممکن ہے میں رہوں بھی نہیں

پیاز لایا نہیں تو دِل سے اُتر جائے گا
پھیری والا جو گزرتا ہے گزر جائے گا

اِتنا مخدوش نہ ہو، تھوپ لے میک اپ جاناں!
تُو کبھی خود کو بھی دیکھے گا تو ڈر جائے گا

چھک چھکاتے ہوئے گاڑی نے بجائی سیٹی
میں نہیں، کوئی سہالہ پہ اُتر جائے گا

ایک سکّہ ہی عطا ہے تو وہ لینے والا
تیری بخشش تیرے بوتھے پہ ہی دھر جائے گا

ضبط لازم ہے مگر سانڈ ہے اُس کا بھائی
ظالم اب کے بھی نہ بھاگے گا تو مر جائے گا

تھک بھی گیا اور چھت سے اُتر بھی نہیں جاتا
وہ تاڑو کوئی فیصلہ کر بھی نہیں جاتا

ہر روز نئے ڈھنگ سے ہوتی ہے دھنائی
سو زخم مرے ماتھے کا بھر بھی نہیں جاتا

کلمونہی جسے کہتی ہو جل بھن کے اے بیگم
ایسا ہے کہ اب دھیان اُدھر بھی نہیں جاتا

وہ ڈھیٹ مہا ڈھیٹ بھی کہلائے تو کم ہے
سر بھی ہے پھٹا، شوقِ ڈفر بھی نہیں جاتا

بازوؤں کی قوت پہ بھروسہ بھی بہت ہے
اور تیرے اکڑ جانے کا ڈر بھی نہیں جاتا

وہ کون سی سازش کے تحت آ کے ملا تھا
اِتنی سی خوشی سے کوئی مر بھی نہیں جاتا

ہنگامۂ محفل ہے کوئی دم کہ چلا میں
لیکن میری گنجی پہ ذرا کم کہ چلا میں

کچھ روز کی مہمان ہے یہ سیلری میری
شاپنگ کے لئے چل میری بیگم کہ چلا میں

پھر بات، ملاقات کبھی ہو کہ نہیں ہو
پھر ہو نہ ہو بیلنس کا یہ عالم کہ چلا میں

مدت سے لگائے ہے وہ تشریف پہ ایلفی
دھمکی تو ہے مہماں کی دمادم کہ چلا میں

کرنی ہے اگر میری جراحت، ذرا جلدی
یارو کوئی نشتر کوئی مرہم کہ چلا میں

کچھ لے گئی سرکار تو کچھ لے گئے ڈاکو
اب کوئی خوشی ہے نہ کوئی غم کہ چلا میں

جو قرض دیا تھا وہ طلب کر لو فٹافٹ
کیا جانیے کہہ دے وہ کسی دم کہ چلا میں

الیکشنوں میں وہ تصویر خنر کی دیکھتے ہیں
کوئی بھی خواب ہو تعبیر خنر کی دیکھتے ہیں

جمہوریت میں ہے بس زندہ باد و مردہ باد
سو در کہیں کا ہو زنجیر خنر کی دیکھتے ہیں

کہیں کے ہوں یہاں اینکر، کوئی بھی چینل ہو
ہر ایک بات عناں گیر خنر کی دیکھتے ہیں

وہ بھولتا نہیں لندن فرار ہو کر بھی
جو خنر نہیں تو تصاویر خنر کی دیکھتے ہیں

نیوز میں ہیں کرپشن کی داستاں بن کر
یہ ٹو اِس میں بھی تشہیر خنر کی دیکھتے ہیں

بنائے قصر ہے بدنامیوں کی قیمت پر
سو اپنی آنکھوں سے تقدیرِ خر کی دیکھتے ہیں

نویدؔ جب بھی کوئی کیس نیب کھولتا ہے
تو حرف حرف میں تصویرِ خر کی دیکھتے ہیں

وہ ڈاگ اب کے یار کا بھونکا پرے پرے
عاشق پکارے باپ رے! تاڑو ارے ارے!!

جانے بے غیرتی ہے یا شامت یا خودکشی
کشکول ملک کے ہیں ازل سے بھرے بھرے

زر کی ہے ریل پیل وفا کی شکستگی
پھر بھی جو وہ حماقتِ الفت کرے کرے

تیری طرف سے اب کوئی مس کال بھی نہیں
سُن ہو گئے ہیں کان صدا پر دھرے دھرے

رہتے ہیں اپنے گھر بھی کرونا کے خوف سے
سب آہوانِ دشت کی صورت ڈرے ڈرے

دانشورانِ قوم کو کیا ہو گیا ظفرؔ
آنکھیں ہیں چینیوں سی تو بوتھے مرے مرے

دِل جو کہتا ہے چلو کر دیکھو
کسی کٹے کو ہی چھو کر دیکھو

کیا کہے گا بھلا وڑ جانی دا
کبھی مختارے کو دھو کر دیکھو

عید کے بعد کہاں ملتا ہے
گوشت کی یاد میں رو کر دیکھو

کب حسیناؤں کی باقی ہے جواب
سایۂ زلف میں سو کر دیکھو

منفعت بخش ہے اینکر ہونا
کسی چینل کے تو ہو کر دیکھو

کب تلک نیند میں کھوئے گا کوئی
اُس کو ناخن تو چبھو کر دیکھو

کیسے شوہر نہ پسیجے گا ترا
آنکھ اشکوں سے بھگو کر دیکھو

مقتدر ہونا ہے ہر پارٹی نے
خود کو ہر سمت سمو کر دیکھو

کچھ رقیبوں میں بھی خوبی ہوگی
آتشِ بغض فرو کر دیکھو

اُس کے پیغاموں میں سازش ہے کوئی
آفرِ یار کو "نو" کر دیکھو

کیہڑ جو کر کے نکلتے ہیں کھڑا
وہ بھی کھا جاتے ہیں ٹھوکر دیکھو

تیرے فدائیوں کا تو جیسا بھی حال ہو
اے غیرِ بے بہا تجھے کیوں ملال ہو

تجھ پر مجھے گمان کسی جانور کا ہے
لازم نہیں کہ تُو بھی مرا ہم خیال ہو

اپنی حماقتوں سے تُو برباد ہو گیا
میری جبیں پہ کیوں عرقِ انفعال ہو

پہلے وہ اضطراب، لُٹوں کس طبیب سے
اب یہ عذاب، کیسے طبیعت بحال ہو

پھر تُو نے چھیڑ دی ہے نئے فیشنوں کی بات
وہ میک اپ نہ کر کہ تجھے بھی ملال ہو

جا کر ولیمے میں تُو زیادہ چرا نہ کر
اُتنا ہی کھا کہ معدے کے جو حسبِ حال ہو

اب کے وہ قرض دے کہ میں جِھلکوں تمام عمر
اور مانگتے ہوئے تیرا جینا محال ہو

ہر شخص ہی فریب کے ڈھاٹے میں ہے ظفرؔ
جیسے وطن پہ ازلوں کرونا کا جال ہو

چائے آئی ہے نہ ویٹر ہی نظر آتے ہیں
کس کو معلوم کہ جا کر کہاں مر جاتے ہیں

جانے کس حال میں ہم ہیں کہ ہمیں دیکھ کے سب
سیلفیاں لینے کو رُکتے ہیں، گزر جاتے ہیں

خان جی! آپ نے کیا ملک کا یہ حال کیا
لوگ اب نوروں فتوروں کے بھی گُن گاتے ہیں

طعنۂ عشق نہ دو ہم کو کہ ہم ایسے چول
کوئی مس کال بھی دے دے تو بہل جاتے ہیں

جیسے تجدیدِ حماقت کی بھی رُت ہو کوئی
ہم سنبھلتے ہیں تو لیڈر نئے آ جاتے ہیں

احتیاط ایسے بھی مہمانوں سے کہ جو گھر میں
گل بدست آتے ہیں اور بعدِ مرن جاتے ہیں

اوروں کے دِلوں میں گھر کرے تُو
ہم لیچڑوں سے حذر کرے تُو

دفتر میں بجے ہیں تیرے بارہ
کیوں چھٹی بھی پانچ پر کرے تُو

بوتھے پہ ہے نقشِ دست تیرا
پینٹر کی طرح کلر کرے تُو

اِتنا بھی کریز ایکٹرس کا
کوئی نہ کرے مگر کرے تُو

تُو تُو ہو کہ طعنہ کہ جوتا
ہر ایک کو نامہ بر کرے تُو

تب اُس کے خلاف سُنتا نہ تھا
اب کیس فراڈ پر کرے تُو

صما بکما ہے تو کیوں اُس کا گلہ میں نے کیا
خود فقط نطیفہ سرِ عہدِ وبا میں نے کیا

ڈاکٹر کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر تھا
اُس کو کتنی مشکلوں سے ترجمہ میں نے کیا

وہ مری پہلی حماقت مجھ سے وہ پہلا فراڈ
بھول کر بھی پھر نہ پیمانِ وفا میں نے کیا

ہوں سزاوارِ سزا آیا "صبا" کے جھانسے میں
جب بھی ایزی لوڈ کا اُس نے کہا، میں نے کیا

عقد کی ایسی خوشی کس کو ہوئی ہوگی بھلا
گھر تو گھر ہر راستہ آراستہ میں نے کیا

مجھ پہ اپنا یہ "چول پن" ہو نہ ہو ثابت ظفرؔ
لوگ کہتے ہیں اُسے "گل گھوٹیا" میں نے کیا

لُوٹ کر بھاگ لیا ہے کوئی جاتے جاتے
کب سے تاڑے ہوئے تھا وہ مجھے آتے جاتے

لینڈ کرتا نہ ترے باپ کے کمرے میں کوئی
اپنے کمرے کی اگر بتّی جلاتے جاتے

کیسے کہتا تھا کہ دو دن کے لئے آیا ہوں
کتنا عرصہ لگا مہمان کو جاتے جاتے

عقد کا کارڈ نہیں بھیجا ہے ورنہ ہم بھی
بھوک دن بھر کی لئے، ناچتے گاتے جاتے

اُس کی وہ جانے اگر اُس نے تمہیں کہہ دیا "دُر"
تم ظفرؔ اپنی طرف سے تو نبھاتے جاتے

گلہ فضول تھا عہدِ وبا کے ہوتے ہوئے
سو چپ رہا کسی ٹھینگا نما کے ہوتے ہوئے

سیاستوں میں عجب ہاتھ پڑ گئے ہیں ہمیں
ہے رہنما کی طلب مافیا کے ہوتے ہوئے

نہ چاہتے ہوئے تجھ کو مما نے مان لیا
سو دیکھتا ہوں میں گھر میں دھما کے ہوتے ہوئے

مگر یہ سارے حسیں کس قدر برہنہ ہیں
دوپٹے پٹے کے، بندِ قبا کے ہوتے ہوئے

تمام دنیا میں کاسہ بدست پھرتی ہے
عجیب قوم ہے یہ دست و پا کے ہوتے ہوئے

ظفرؔ کچھ ایسے بھی لمحے کبھی کبھی آئے
کہ ڈھونڈی کرتے ہوئے دلرُبا کے ہوتے ہوئے

اِک ذرا سُن تو مہکتے ہوئے گیسُو والی
کون سی تُو نے دُکاں لُوٹی ہے خوشبو والی

پھر یہ کیوں ہے کہ مجھے دیکھ کے وہ بھونکتا ہے
تیرے کُتّے میں تو وحشت نہیں آہُو والی

دیکھنے میں تو چلتر نہیں لگتی ہے مگر
لوگ کہتے ہیں کوئی بات ہے "شیخُو" والی

ٹاک شو جیسی کہاں اُس کے سخن میں چھل بل
نہ تو پُر پیچ نہ تہہ دار نہ پہلو والی

جیل پہنچا کے بھی اس دل میں منقش ہے ابھی
ہاتھا پائی وہ سرِ شام لبِ جُو والی

ایک ہونے ہی لگے تھے کہ ملّاں کی طرح
آ گئی بیچ میں دیوار من و تُو والی

کیسے احوال ہیں، جیتا ہے نہ مرسکتا ہے
ایک بیماری ہے، بیماری بھی اُردو والی

جیسے اِک بھوتنی گزری ہو گلی سے ہو کر
کوئی پازیب چھنک جاتی ہے گھنگھرو والی

ایسا لگتا ہے کہ اُس نے مرے سہ غزلے پر
چیخ ماری ہے کسی بھاگتے آہُو والی

دستِ پاپوش کی زحمت سہی اے جانِ ظفرؔ
شوق مانگے ہے کھرک تیر ترازو والی

دوست بن بن کے مجھے ہاتھ دکھانے والا
وہی انداز ہے ظالم کا زمانے والا

اب مجھے وہ بھی سمجھتا ہے گرفتارِ بلا
سخت نادم ہے مرا عقد کرانے والا

صبح چمپت تھا وہی گھر کا صفایا کر کے
رات کو غنچۂ دل میں سمٹ آنے والا

کیا کہیں کتنے مراسم تھے ہمارے اُس سے
جو ہے ہر گام اڑنگی دیے جانے والا

کھانے پینے کو تو آجاتے تھے سب یار مرے
اب ہوں کنگلا تو نہیں کوئی کھلانے والا

منتظر کب سے ہوں چوپال پہ بیٹھا ہوا میں
کون آئے گا یہاں مرغ لڑانے والا

کیا خبر تھی جو مری جان بنا پھرتا ہے
میری تشریف پہ ہے لات جمانے والا

میں نے دیکھا ہے الیکشن میں بھی جھرلو پھرتے
ہے کوئی خواب کی تعبیر بتانے والا

اب انگوٹھی کو عبث ڈھونڈتے پھرتے ہو ظفرؔ
دوست ہوتا نہیں ہر ہاتھ ملانے والا

نصف شب کو مان ٹوٹا اور کیا
کال ٹوٹی، ساتھ چھوٹا اور کیا

کون سچا ہے صحافی کے سوا
میں بھی جھوٹا تو بھی جھوٹا اور کیا

تیرے ابّے سے ہوا ہے ٹاکرا
عاشقی میں سر ہی پھوٹا اور کیا

آئی وہ بن ٹھن کے، بارش ہو گئی
رفتہ رفتہ رنگ چھوٹا اور کیا

یادگارِ ٹھیکیداراں تھا یہی
آخرش یہ پُل بھی ٹوٹا اور کیا

دی ہمیشہ اُس نے اُلٹی مت مجھے
دِل بھی تھا جھوٹوں سے جھوٹا اور کیا

دیکھنے میں یکساں تھے وہ اور جہاز
جب لگایا اُس نے سُوٹا اور کیا

جس کو ہم کر کے محافظ لائے تھے
اُس نے بھی ہم کو ہی لُوٹا اور کیا

پاپ سنگر سے ہے قُل باغِ نوا
اب کوئی گُل ہے نہ بُوٹا اور کیا

ہجر میں ہم بھی عطا اللہ بنے
روئے دھوئے سینہ کُوٹا اور کیا

اڑنگی باز تھا لیکن اخیر میں بھی نہ تھا
اِس اعتبار میں اُس ساشریر میں بھی نہ تھا

لگا تا ہے وہ یونہی خالی خولی کی بڑھکیں
"میں جانتا تھا مگر حرف گیر میں بھی نہ تھا"

"نبھا رہا ہے یہی وصف دوستی شاید"
کہ وہ نواز نہ تھا، بے نظیر میں بھی نہ تھا

لطیفے اُس سے زیادہ سنائے ہیں بالغ
وہ خوش مزاج اگر تھا تو میر میں بھی نہ تھا

"رجیم چینج" کی سازش کا جال بکھراتا
مگر یو ایس اے کا کوئی سفیر میں بھی نہ تھا

میں کہہ رہا تھا کسی سے کہ مرد بن کے رہو
چلا جو جورو کے سینڈل کا تیر، میں بھی نہ تھا

ہری ہری نظر آئی تو چرنے لگ گیا ہوں
"سو دوسروں کی طرح باضمیر میں بھی نہ تھا"

بینا شعر کو آئینہ
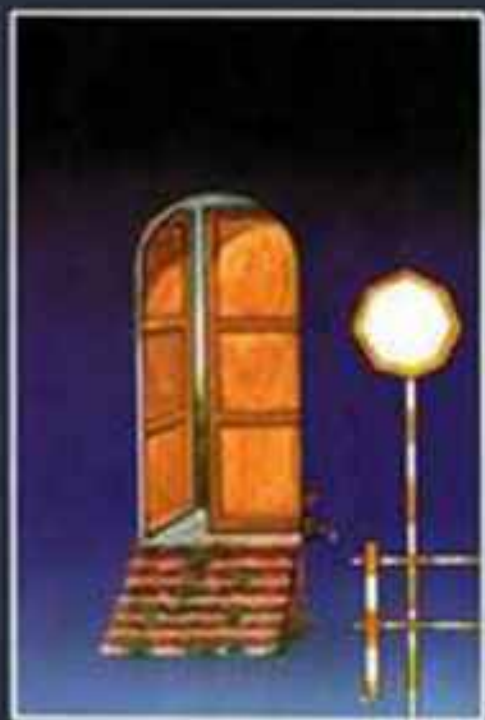
جب بصری ابلاغ میں آ جاتا ہے شعر
آنکھوں کو کچھ اور دکھا جاتا ہے شعر

اِس قدر روپ ہیں یاروں کے کہ خوف آتا ہے

سرِ میخانہ جدا اور سرِ دربار جدا

سبھی کو جان تھی پیاری، سبھی تھے لب بستہ
بس اک فرازؔ تھا ظالم سے چُپ رہا نہ گیا

میں تیرا نام نہ لوں پھر بھی لوگ پہچانیں

کہ آپ اپنا تعارف ہوا بہار کی ہے

یہ اہلِ بزم تنک حوصلہ سہی، پھر بھی
ذرا فسانۂ دل ابتدا کرو اُس سے

پہلے بھی لوگ آئے کتنے ہی زندگی میں
وہ ہر طرح سے لیکن اوروں سے تھا جدا سا

سلوٹیں ہیں میرے چہرے پہ تو حیرت کیوں ہے
زندگی نے مجھے کچھ تم سے زیادہ پہنا
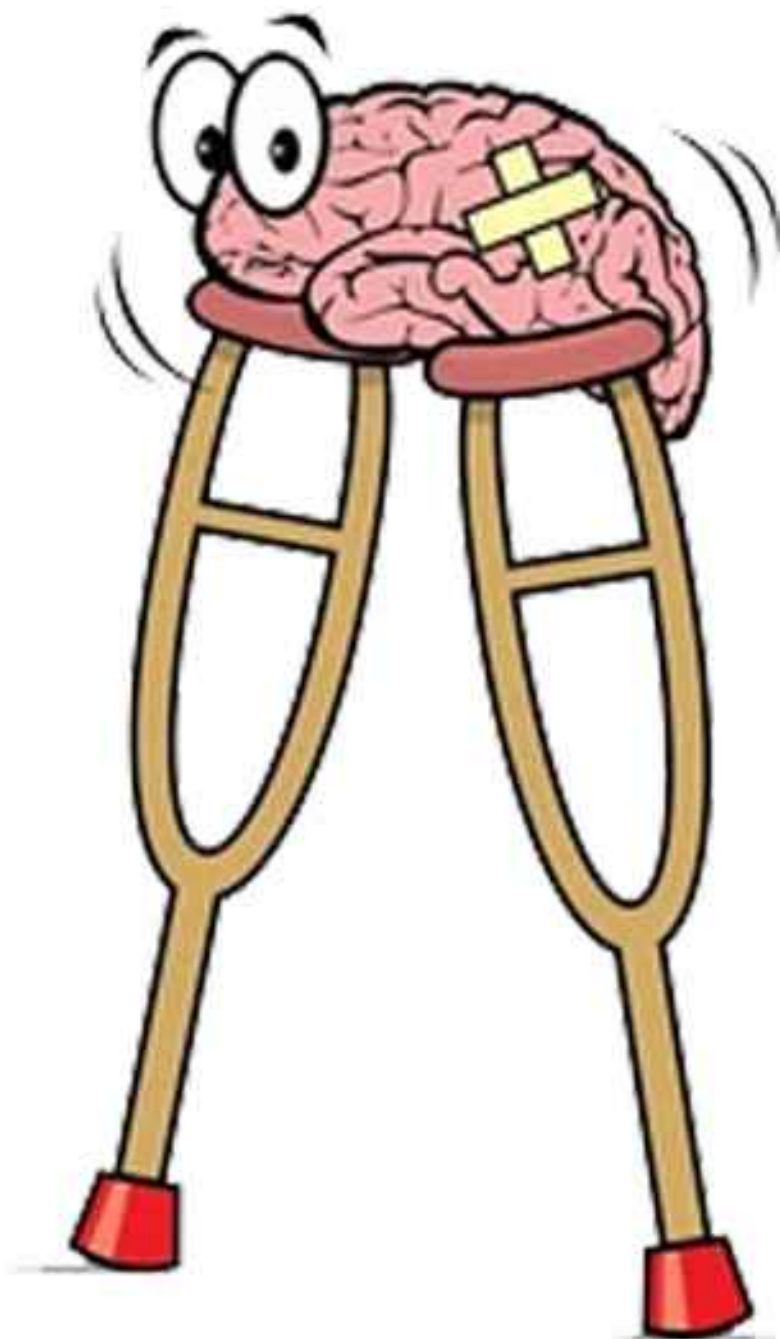
میں کہ پھر دشتِ رفاقت کا سفر کر آیا
کیا کہوں کتنی اذّیت سے گزر کر آیا
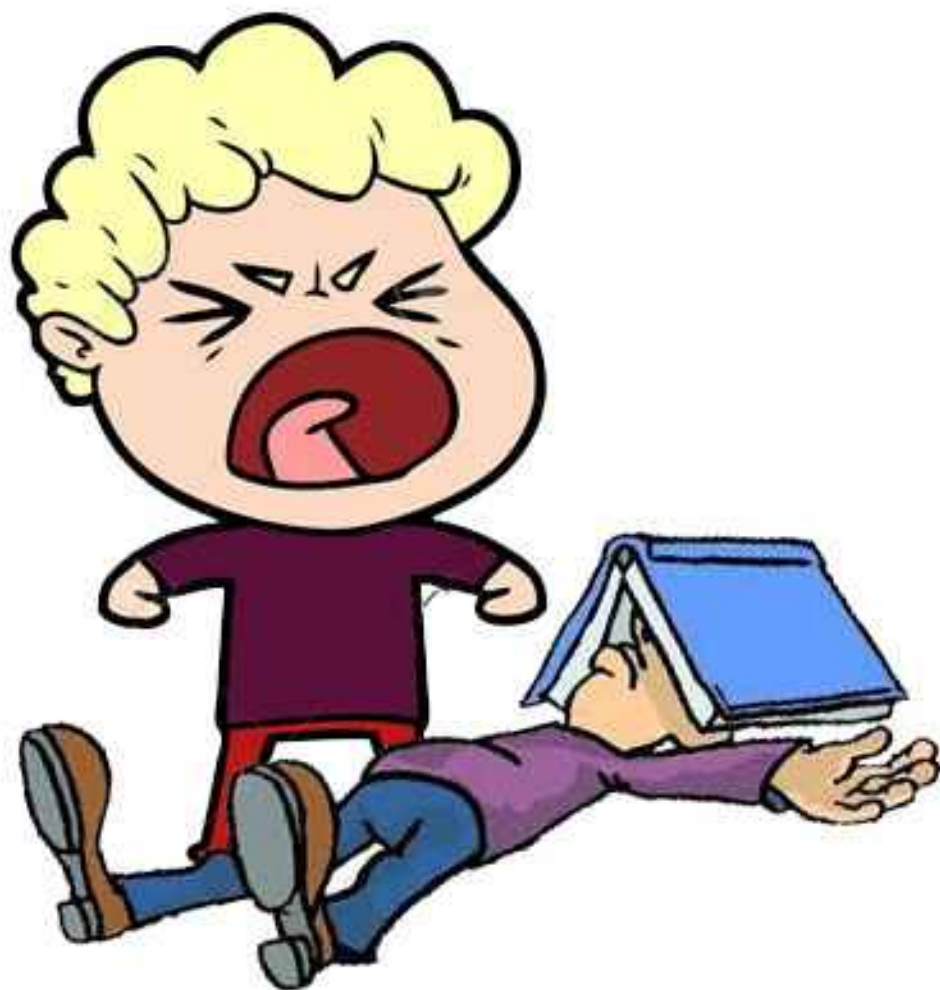
یہ بھی وقت آنا تھا اب تو گوش بر آواز ہے
اور میرے بربطِ دل میں صدا کوئی نہیں
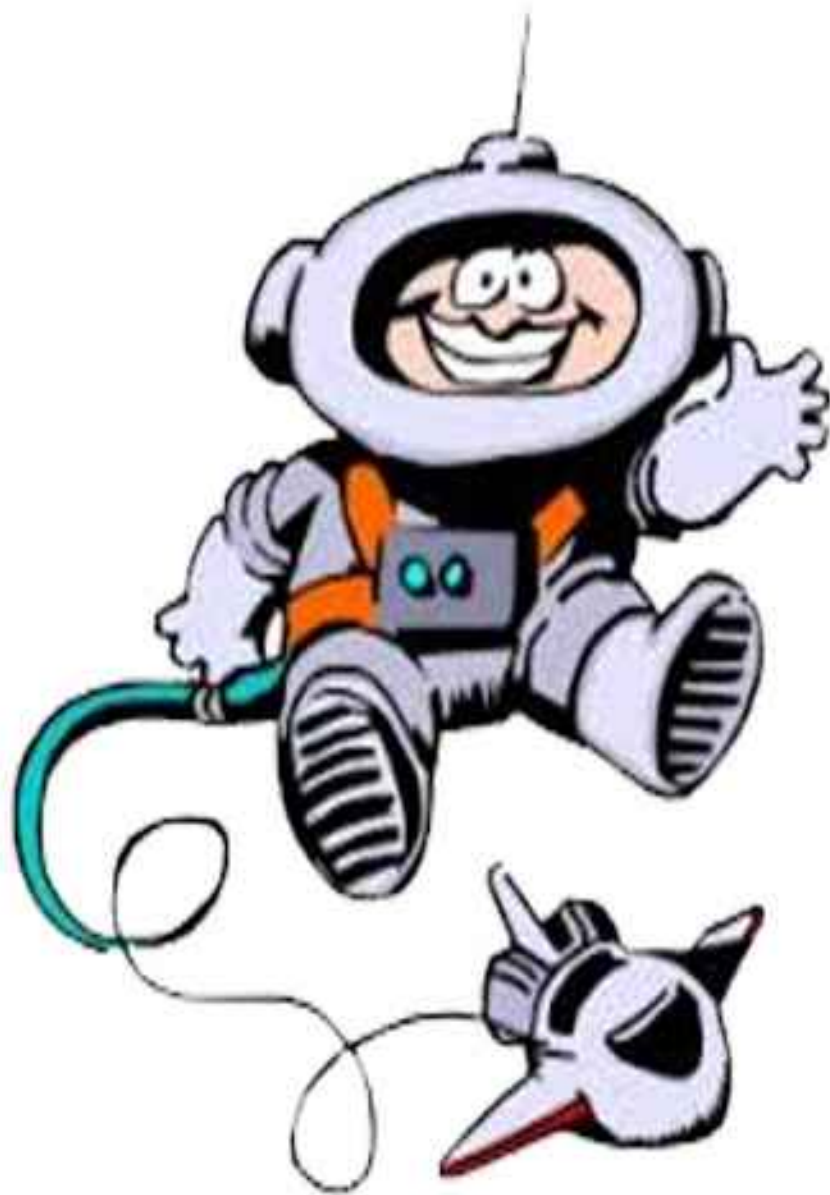
اِس خلا میں تو زمیں ٹوٹ کے یاد آتی ہے
کوئی قلزم ہو کہ دلدل ہو اُتر جائیں کہیں

وہ قیس اب جسے مجنوں پکارتے ہو فراز
تری طرح کوئی دیوانہ گھر سے نکلا تھا

وہ تو کیا آتے، شبِ ہجراں تو کیا کٹتی فرازؔ
بجھ گئیں آخر کو سب شمعیں چراغِ جاں سمیت
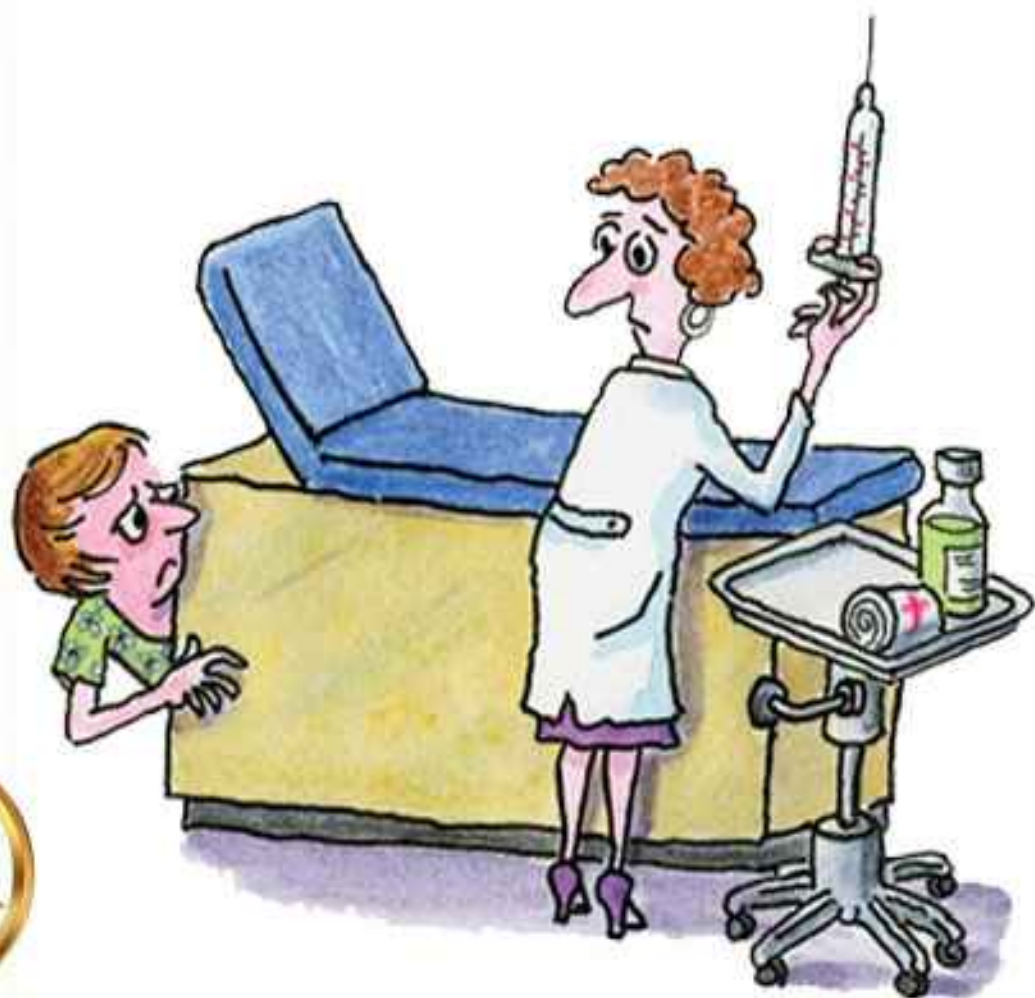
نشتر چھپے ہوئے تھے رگِ جاں کے آس پاس
وہ چارہ گر تھا اور مجھے ڈر بھی اُسی کا تھا

رنجش ہی سہی دل ہی دکھانے کے لیے آ
آ پھر سے مجھے چھوڑ کے جانے کے لیے آ
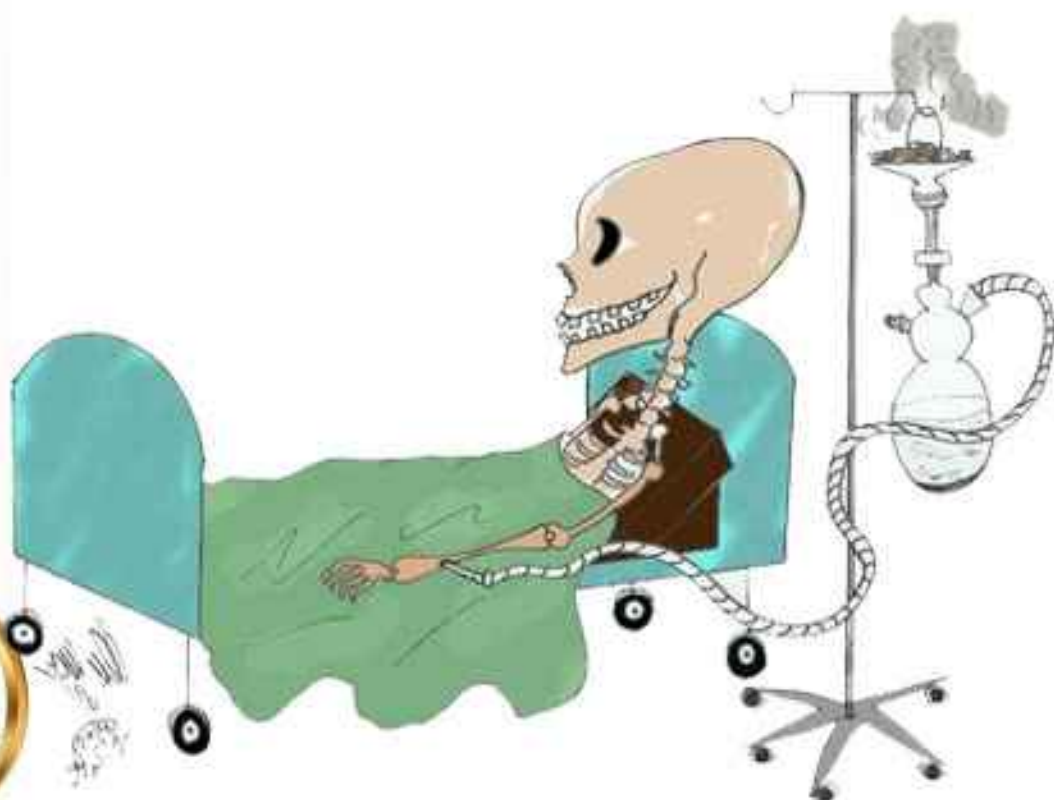
بہت دنوں سے نہیں ہے کچھ اس کی خیر خبر
چلو فراز کو اے یار چل کے دیکھتے ہیں

تھا کوئی یا نہیں تھا جو کچھ تھا
دِل کے اندر کہیں تھا جو کچھ تھا

رات کیا سوئے کہ باقی عمر کی نیند اُڑ گئی
خواب کیا دیکھا کہ دھڑکا لگ گیا تعبیر کا

کچھ شرابی کہ ہیں اب راہ نشیں
رونقِ بزمِ مغاں تھے پہلے

یہ زخم ہیں اُن دِنوں کی یادیں
جب آپ سے دوستی بڑی تھی
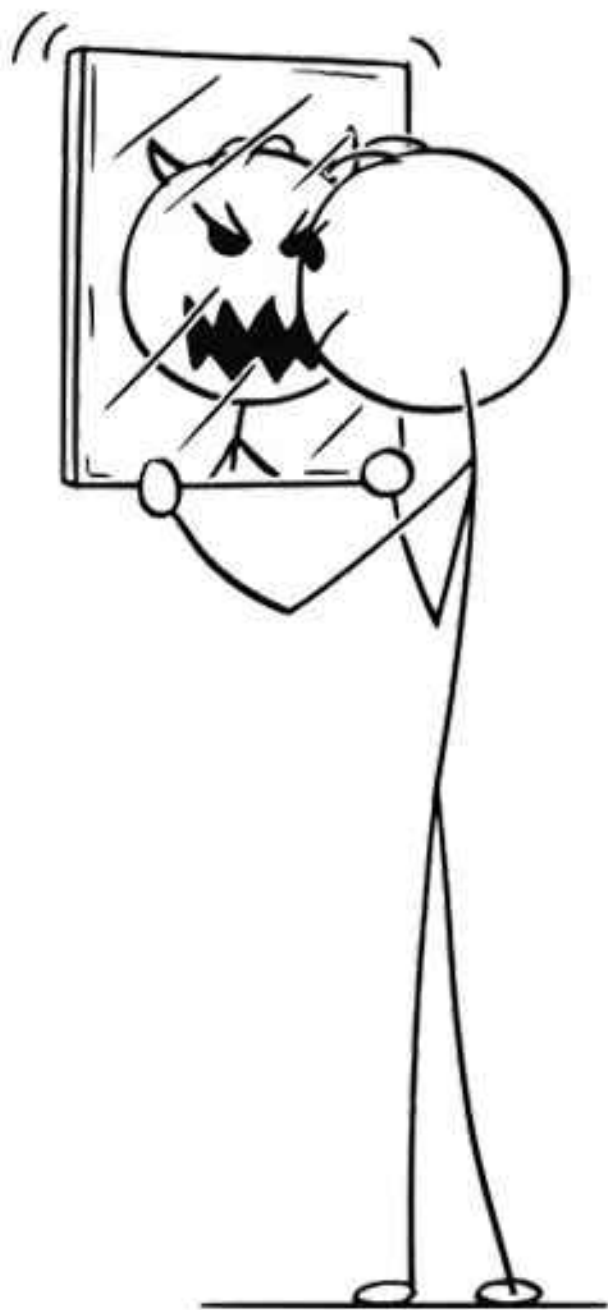
اِتنا مانوس نہ ہو خلوتِ غم سے اپنے
تُو کبھی خود کو بھی دیکھے گا تو ڈر جائے گا
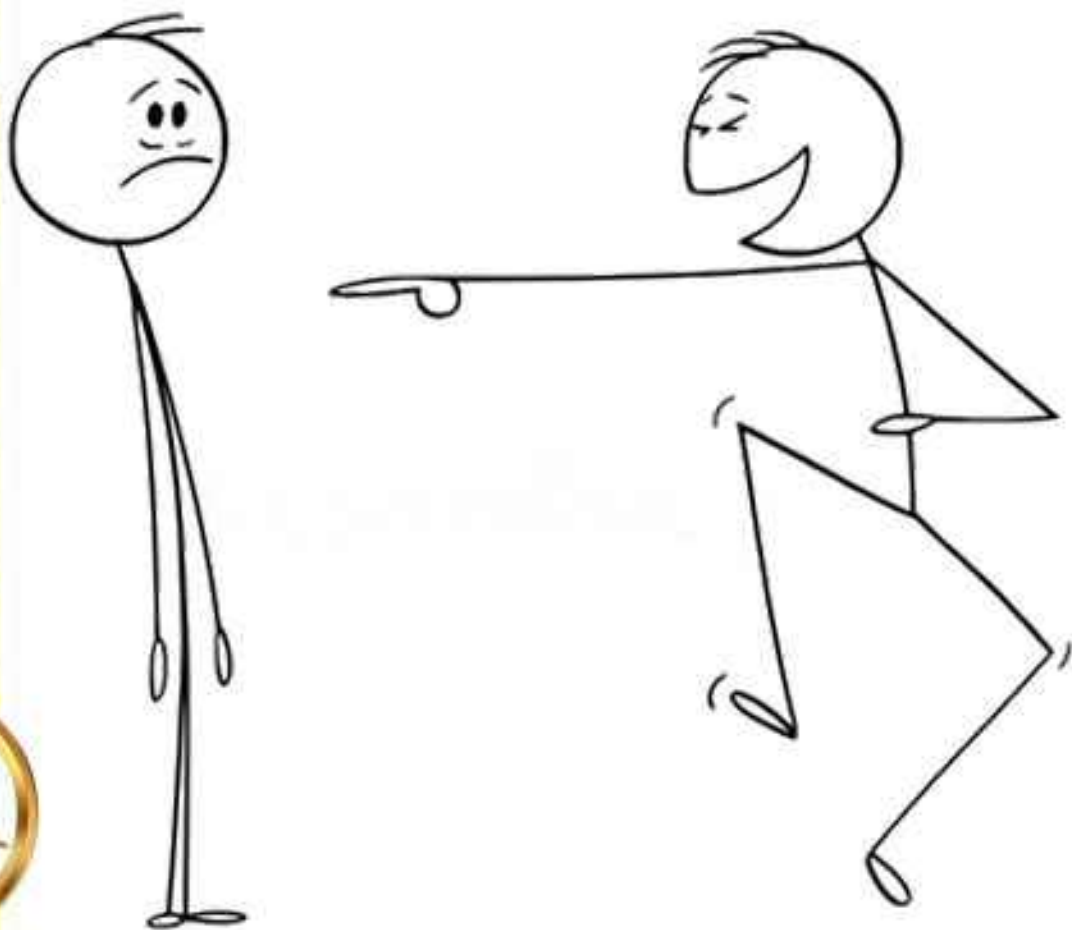
کہا تھا کس نے تجھے آبرو گنوائے جا
فراز اور اُسے حالِ دل سنائے جا

فراز بالوچی

سب آوازیں میری ہیں

جو میری نظر سے تجھے دیکھتے ہیں
تُو خود دیکھ لے وہ کیسے دیکھتے ہیں

۹۹

اقبال کو یہ ضد ہے کہ پینا بھی چھوڑ دے
"اے خانماں خراب نہ تنہا شراب پی"

حیات ذوقِ سفر کے سوا کچھ اور نہیں
"نہ ابتدا کی طرح ہے نہ انتہا کی طرح"

ہے دیکھنے کی چیز اُسے بار بار دیکھ
"اے رہ نوردِ شوق ذرا اہتمام کر چراغ"

میرے مٹنے کا تماشا دیکھنے کی چیز تھی
"مجھ سا منکر بھی تو قائل ہو گیا تقدیر کا"

کریں گے اہلِ نظر تازہ بستیاں آباد
"خیالِ یار میں آؤ فراز سو جائیں"

باہزاراں اضطراب و صد ہزاراں اشتیاق
''جو بنا دے گا ہمیں اے یار بن جائیں گے ہم''

نگاہِ یار جسے آشنائے راز کرے
''ہر اِک کے ہاتھ کہاں یہ خزانے لگتے ہیں''

کیا کہوں حد نہ رہی کچھ مری حیرانی کی
''لوگ مجھ کو ہی سناتے ہیں فسانے میرے''

خونِ بے رحمی سے اپنی دیکھ کر تلوار سُرخ
''پھر پشیمانی میں زخمِ دِل رفو کرتا ہے کون''

شکرِ الطاف نہیں، شکوۂ بیداد نہیں
''اے خدا آج اُسے سب کا مقدر کر دے''

مسلسل چل رہا ہوں، آ رہا ہوں
''کہ مجھ سے راستہ دیکھا نہ جائے''

ضبطِ گریہ کبھی کرتا ہوں تو فرماتے ہیں
''ظالم اب کے بھی نہ روئے گا تو مر جائے گا''

دل ابھی تک جوان ہے پیارے
''پھر کہیں اور مبتلا ہو جائیں''

ہاتھ رکھ رکھ کے وہ سینے پہ کسی کا کہنا
''اے مری جان کے دشمن تجھے اللہ رکھے''

شاید اسیرِ دامِ بلا ہو گیا ہوں میں
''اب شوق ہے کہ جاں سے گزر جانا چاہیئے''

اب یہاں کوئی نہیں، کوئی نہیں آئے گا
''کون آتا ہے یہاں کون ہے آنے والا''

حضورِ یار ہوئی دفترِ جنوں کی طلب
''فراز آؤ ستارے سفر کے دیکھتے ہیں''

میں نہیں یا وفا نہیں باقی
''سب میں اک شخص ہی ملا ہے مجھے''

ستارۂ سحری ہمکلام کب سے ہے
''عجب نہیں ہے اگر یاد بھی نہ آؤں اُسے''

دل سے نکلی ہے تو کب لب پہ فغاں ٹھہری ہے
''سلسلے توڑ گیا وہ سبھی جاتے جاتے''

مصلحت کا یہ تقاضہ ہے بھلا دو ہم کو
"عشق زندہ نہیں رہتا ہے زیادہ یوں بھی"

لا اُٹھا شیشۂ شراب اُٹھا
"اپنی محفل سے مت نکال ہمیں"

عمرِ رفتہ کی کہانی کیا ہے
"کون یہ بوجھ اُٹھانے آئے"

وہ تو دل میں درد کی دنیا بسا کر چل دیے
"کوئی پوچھے کون کس کو عمر بھر اچھا لگا"

اب چارہ گر شراب چھڑکتے ہیں گھاؤ پر
"دُکھ کا کوئی علاج نہیں، جا شراب پی!"

کیا ترا جسم ترے حسن کی حدت میں جلا؟
"تو کبھی خود کو بھی دیکھے گا تو ڈر جائے گا"

اب تو برسوں ترا دیدار نہیں ہو سکتا
"اب کے تجدیدِ وفا کا نہیں امکاں جاناں"

کہیں وہ میری محبت میں گھل رہا ہی نہ ہو
"اُسے گماں بھی نہیں، میں نہیں رہا اُس کا"

کوئی ہم سا بھی نہ تنہا ہو گا
"ہم کسی دھیان میں کھوئے ہوں گے"

عمر بھر اس نے اسی طرح لبھایا ہے مجھے
"قرعۂ فال مرے نام کا اکثر نکلا"

ہوس نصیب نظر کو کہیں قرار نہیں
"جو غیر تھے وہ اِسی بات پر ہمارے ہوئے"

سرد جھونکوں سے بھڑکتے ہیں بدن میں شعلے
"اب کے لگتا ہے کہ آمیزشِ خوں کچھ کم ہے"

لو اب کبھی گلہ نہ کریں گے کسی سے ہم
"اب آگہی کا زہر زباں پر نہ آئے گا"

چہرے تمام لگنے لگے ہیں عجیب سے
"اب ہو چلا یقیں کہ برے ہم ہیں دوستو"

چلو پھر آج اسی بے وفا کی بات کریں
"جسے قرار نہ آیا کہیں بھلا کے مجھے"

مہربانی کو محبت نہیں کہتے اے دوست
”روز آ جاتا ہے سمجھاتا ہے یوں ہے یوں ہے“

دراز ہو کے فسانہ ہے مختصر پھر بھی
”مگر یہ بات بڑی دور جا نکلتی ہے“

لے جائے اب تو دیکھ یہ وحشت کہاں کہاں
”کل ہم نے بزمِ یار میں کیا کیا شراب پی“

کچھ بلائیں تھیں آسمانی بھی
”اب بچاؤ کی کوئی چال کہاں“

خیر دیدار نہ ہو حسرتِ دیدار تو ہے
”چند لمحوں کی یہ راحت بھی بڑی ہو جیسے“

جو جس جگہ پہ تھا وہ وہاں پر نہیں رہا
"جیسے تمام شہر ہو دارو پئے ہوئے"

اُس در سے ہٹ ہی جائیں گے ایسے بھی ہم نہیں
"اب اور کیا کسی سے مراسم بڑھائیں ہم"

میرے سوا بھی باغ میں کوئی ضرور تھا
"اِتنے سے واقعے کا فسانہ بہت ہوا"

جس نے خود پر بند حسن و جام و بادہ کرلیا
"تھا تو وہ دیوانہ سا شاعر مگر اچھا لگا"

دمِ سحر جب خمار اُترا تو میں نے دیکھا
"سمیٹ کر لے گیا ہے ناصح ثواب سارے"

نہ دوستی سے تعلق نہ دشمنی سے غرض
"سنا ہے لوگ انہیں آنکھ بھر کے دیکھتے ہیں"

مانگنے آیا ہوں میں بھی تیرے در پر ٹکڑے
"کس طرح سے میری آشفتہ خیالی جائے"

بے وفا اِتنے گئے گزرے نہیں ہیں ہم ابھی
"تو نظر پھیرے تو ہم سمجھیں کہ پہچانا نہیں"

بے رُخی اُن کی ہر ادا میں ہے
"مل گئے اور ہمسفر شاید"

کہہ دو اُسے نوشتۂ دیوار چاٹ لے
"کیا ایسے کم سخن سے کوئی گفتگو کرے"

فراز پالوجی

چو کا چھکا

شاعری کا جو میچ پڑ جائے
چو کے چھکے ضروری ہوتے ہیں

۱۱۰

خبردار!

اگر ہے عافیت درکار تجھ کو
تو کرے ایکسرے سب کو سدا تک
”وفا کے نام پر کچھ شعبدہ گر
چرا لیتے ہیں ہاتھوں کی حنا تک“

مقابل ہو آئینہ

تم ہو لفافہ باف صحافی، سو تم بے شک
قلم سجا کر اپنے اپنے کان میں رکھنا
”میرے جھوٹ کو کھولو بھی اور تولو بھی تم
لیکن اپنے سچ کو بھی میزان میں رکھنا“

ہزاروں خواہشیں ایسی۔۔۔

خانۂ حسن کا گلدان ہے درکار مگر
ان کی کیا چلنی ہے گلقند کے بیوپار کے بیچ
"باغبانوں کو عجب رنج سے تکتے ہیں گلاب
گلفروش آج بہت جمع ہیں گلزار کے بیچ"

سوچ سمجھ کر

ایسا نہ ہو کرائے کے پیسے بھی نہ رہیں
میں ہوں وفا شعار سزائیں مجھے نہ دو
"ایسا نہ ہو کبھی کہ پلٹ کر نہ آسکوں
ہر بار دُور جا کے صدائیں مجھے نہ دو"

ٹھینگا مال

تمام عمر اُسی کے لئے بنے ہیں لٹو
زبانِ چپ سے جو کہتی ہے جا! کسی کی نہیں
"سب اپنے اپنے فسانے سناتے جاتے ہیں
نگاہِ یار مگر ہم نوا کسی کی نہیں"

سیف سائڈ

دیکھا ہے رقابتوں کو خونی
سو پیچ سے فدوی ہٹ گیا ہے
"جس سیل کا رُخ مری طرف تھا
اب تیری طرف پلٹ گیا ہے"

عجب آزاد مرد تھے

ہمیشہ جئے ڈون بن کر ظفرؔ
سدا رنگ بازی دکھا کر چلے
''وہ تیری گلی تھی کہ کوئے عدو
جدھر بھی گئے سر اٹھا کر چلے''

وہ

دلبری جانئے یا خرمستی
تاڑوں کے لئے زیادہ تھی
''کچھ تو پیکر میں تھی بلا کی خراش
کچھ وہ کافر تنگ لبادہ تھی''

تیماردار

اور کیا چاہے گا شکرخورہ
جب شکر کا یوں چل پڑا ہو نظام
"ایک تیماردار کیا آیا
مہک اُٹھی ہے ہسپتال کی شام"

اپنا رستہ لو

میرے اشعار پہ "چھونگو" نہ یوں "ناساں" جاناں
اب نہیں میں جو کہے جاتا تھا جاناں جاناں
"اب ترا ذکر بھی شائد ہی غزل میں آئے
اور سے اور ہوئے درد کے عنواں جاناں"

ایک کی چونچ اور ایک کی دُم

میں نے بھی، جب کبھی موقع ملا پٹخا تجھ کو
تو بھی دے دے کے اڑنگی مجھے جا جا گزری
"آ گلے تجھ کو لگا لوں میرے پیارے دشمن!
اِک مری بات نہیں تجھ پہ بھی کیا کیا گزری"

سنانا بیٹی کو نشانہ بہو کو

باتیں تو میسنوں کی کیے جا رہی تھی تو
میں جانتا تھا تیر کماں تھے مری طرف
"یہ اور بات تو نے زمانے کی بات کی
رُوئے سخن تو اے میری جاں تھا مری طرف"

ٹوٹکے

ذرا ہماری طبیعت خراب کیا دیکھی
تو یار ٹوٹکے لے کر ظفرؔ ہمارے ہوئے
"کسی نے غم تو کسی نے خراجِ غم بخشا
سب اپنی اپنی جگہ چارہ گر ہمارے ہوئے"

ہوشیار رہیں

کاش اِتنا تو شعور آئے مرے لوگوں میں
ووٹ دیتے ہوئے مطلق کوئی جاہل نہ رہے
"یوں تو ہر شخص ہے اندیشۂ رہزن کا اسیر
کارواں نیتِ رہبر سے بھی غافل نہ رہے"

نصیب اپنا اپنا

کسی کو nepotism نے بنا دیا افسر
کوئی تھا ہم سا کہ میرٹ کا سودا سر میں رہا
"کسی کے گھر سے نکلتے ہی مل گئی منزل
کوئی ہماری طرح عمر بھر سفر میں رہا"

محبت کا تقاضہ

ظفرؔ ہے فرضِ عزیزاں کہ خیریت پوچھیں
یہ پوچھنے کے لئے ڈاکٹر نہیں تنہا
"دل و جگر کا بھی احوال پوچھ لینا تھا
تری نگاہ میں ہیں جیب و آستیں تنہا"

شکر خورہ

محبتوں کے سفر میں گواچی گاں کی طرح
کدھر سے آتا ہے کوئی کدھر کو جاتا ہے
''یہ حال ہے کہ کئی راستے ہیں پیشِ نظر
مگر خیال تری رہگذر کو جاتا ہے''

ہوشیار باش!

وہ شوخ لوٹ بھی سکتی ہے بھوتنی بن کر
محبتوں میں تو دیکھا گیا یہ قصہ بھی
''اُجاڑ گھر میں یہ خوشبو کہاں سے آئی ہے
کوئی تو ہے درودیوار کے علاوہ بھی''

انساں بنو!

اب چھڑے چھانٹ زمانوں کی نہ چھلیں ڈھونڈو!
تیرے سسروں کے تو دیدے ہیں عقابوں والے
"اب مہ وسال کی مہلت نہیں ملنے والی
آچکے اب تو شب و روز عذابوں والے"

ستم ایجاد ماسی

سب کی میرج میں ترا ہاتھ رہا ہے ماسی!
اور تجھ سے ستم ایجاد نہیں ہونے کے
"دیکھ آکر کبھی اُن کو بھی جو تیرے ہاتھوں
ایسے اجڑے ہیں کہ آباد نہیں ہونے کے"

تیرا شاعر

کیا بات کروں میں تیرے شاعر کی (ظفر کی)
اعمال سے لگتا ہے کوئی میرِ خرافات
”اشعار کہ جیسے ہو صنم خانۂ آذر
الفاظ کہ جیسے ہوں تصاویرِ خرافات“

ازدواجی مشکلیں

ہر روز ہی گھر میں ہے کسی فلم کی شوٹنگ
کہنے کو میاں بیوی تو پاگل نہیں ہوتے
”کچھ مشکلیں ایسی ہیں کہ آساں نہیں ہوتیں
کچھ ایسے معمے ہیں کبھی حل نہیں ہوتے“

پاکستان اور انڈیا

ہمیشہ بن کے ملا ہوں میں اُس سے پاکستان
وہ میری جان کی دشمن تھی، انڈیا تھی مری
''شکست دے گیا اپنا غرور ہی اُس کو
وگرنہ اُس کے مقابل بساط کیا تھی مری''

آگ سے برابر لگی ہوئی

اپنا بھی سر ہوا صفا، دشتِ صحارا کی طرح
اُن کی بھی کیا کہوں کہ اب ویسے نہیں ہیں بال بھی
''ہم کو تو عمر کھا گئی، خیر ہمیں گلہ نہیں!
دیکھو تو کیا سے کیا ہوئے یار کے خدوخال بھی''

طلب و رسد

ماسی پھاتاں کے گھر چلے تو گئے
اُن کے در پر کھلو نہیں پائے
اُن کے ابے کی گھوریوں کے سبب
ہم مہا ڈھیٹ ہو نہیں پائے
"جستجو رائیگاں نہیں تھی مگر
جن کو چاہا تھا وہ نہیں پائے"

خواب اور حقیقت

کوئی مجنوں نہ کوئی لیلیٰ ہے
یہ دکھائے ہوئے ہیں ہم دونوں
لگ گیا جس کا جس جگہ داؤ
سو لگائے ہوئے ہیں ہم دونوں
"عشق کیسا، کہاں کا عہد فراز
گھر بسائے ہوئے ہیں ہم دونوں"

دور کے ڈھول

کھو گئی ہے اُمید ویزے کی
مجھ کو ٹھینگا دِکھا رہی ہے ابھی
اُن تلک پہنچنا ہے ناممکن
کال جن کی ستا رہی ہے ابھی
"دور دیسوں سے، کالے کوسوں سے
کوئی آواز آ رہی ہے ابھی"

اُس کی مثال

میں اُس کی ساری سہیلیوں کو کھنگال بیٹھا
یہ جستجو تھی، مثال اُس کے جمال کی ہو
کسی میں تو اُس کے حسن کی، شوخیوں کی ضو ہو
کوئی تو ایسی گڑی ہو جو اُس کے نال کی ہو
''کوئی تو ایسا ہو جس پہ اُس کا گمان گزرے
کہیں کہیں تو مشابہت خدوخال کی ہو''

یہ غزل

یہ غزل کتنی ہی غزلوں سے بنی
یہ غزل جب سے گھڑی، اچھی لگی
شعر ہیں مرزؔا و میرؔ و فیضؔ کے
کچھ میں جالبؔ سی تڑی اچھی لگی
''یہ غزل مجھ کو پسند آئی فرازؔ
یہ غزل اُس کو بڑی اچھی لگی''

یہ مقتدر

سو نمبر پار تو کر بیٹھے حکومت کا ظفرؔ
اب خدا سے یہ دعا ہے انہیں دانائی دے
جس لئے آئے تھے وہ کر چکے، کھا مر چکے ہیں
اب جو بنتا ہے وہ انجامِ تمنائی دے
"جن کو پیراہنِ توقیر و شرف بخشا ہے
وہ برہنہ ہیں انہیں خلعتِ رسوائی دے"

آ پھر سے۔۔۔

کب تک یونہی بیمار سا لندن میں رہے گا
آ پھر سے مرے دیس کو کھانے کے لئے آ
عربوں کے یہ اربوں کے ہیں قرضے، یہ اڑا لے
امریکہ کی امداد چرانے کے لئے آ
"اب تک دلِ خوش فہم کو ہیں تجھ سے امیدیں
یہ آخری شمعیں بھی بجھانے کے لئے آ"

چارہ گری

چڑھ گیا جھتے تو سر دیکھا نہ ٹانگیں ہائے ہائے!

اُس کے اَبّے کی تنک فطرت بنائے زخم ہے

اور ایسے شخص کی ہے پود اِس سے بے خبر

وہ جسے ”برنول“ کہتے ہیں، دوائے زخم ہے

”چارہ گر نے بہرِ تسکیں رکھ دیا ہے دِل پہ ہاتھ

مہرباں ہے وہ مگر نا آشنائے زخم ہے“

فراز نالوحی

رُباعی قُل خنداں ہے

نکل آیا قلم دشتِ غزل سے
رُباعی کا شکاری ہوگیا ہے

۱۲۸

خبروں کے بہانے ڈھونڈتے ہیں ہم لوگ
اسٹنٹ پرانے ڈھونڈتے ہیں ہم لوگ
رائی کو پہاڑ کر کے رکھ دیتے ہیں
"لفظوں میں فسانے ڈھونڈتے ہیں ہم لوگ"

ہونٹوں کی طرف چائے کڑک جاتی ہے
تو روح مسرت سے پھڑک جاتی ہے
جلتی پہ کوئی تیل سا چھڑکے جیسے
"احساس کی لو اور بھڑک جاتی ہے"

تیجی کی تو اب گل بھی کڑی ہے یارو
افتاد عجب آن کھڑی ہے یارو
دو بیویوں نے جوتی پھڑی ہے یارو
"دوراہے پہ زندگی کھڑی ہے یارو"

دھڑکن کی دھڑک سنائی دے گی یارو
موٹو کی مٹک سنائی دے گی یارو
دروازہ ترے دیدوں کا آئے تجھ پر
"ایسی دستک سنائی دے گی یارو"

گریہ کو گلوکاری کوئی جانتے ہیں
آٹے کی طرح سُر کو مرے چھانتے ہیں
کہتے ہیں کہ کاہے کو گدھا رینکتا ہے
"روتا ہوں تو احباب بُرا مانتے ہیں"

آنکھوں سے پرے ہو کے نہ کھونا یارو
چاہے تمہیں ہو جائے "کرونا" یارو
بسکہ ہے فقط اِتنی گزارش تم سے
"تم ہم سے کبھی جدا نہ ہونا یارو"

بڑھ جاتا ہے سر میں فوگ گاہے گاہے
بن جاتے ہیں خونخوار ڈوگ گاہے گاہے
جو یاد دلا دیتے ہیں نانی ہم کو
"مل جاتے ہیں ایسے لوگ گاہے گاہے"

شوگر میں مٹھاس چاٹ لینے والا
کاموں کے سمے میں کھاٹ لینے والا
ٹمبلیٹ جو ہو جائے تو اُٹھ پاتا نہیں
"انساں پہاڑ کاٹ دینے والا"

شوبازوں کی سرکار ٹلے یا نہ ٹلے
اب ہنڈیا معیشت کی گلے یا نہ گلے
آرام کچھ آ جائے مہم جوؤں کو
"یہ یورشِ حالات چلے یا نہ چلے"

کشتیٔ معاشیات لے ڈوبیں گے
ہم تم کو بھی اپنے ساتھ لے ڈوبیں گے
یہ لوگ، حکومت نہیں ہوتی جن سے
''ڈوبیں گے تو کائنات لے ڈوبیں گے''

آنے کی سرِ پارک چس گئی ہے یارو
''جی آیاں نوں'' کہہ کے وہ نس گئی ہے یارو
مدت سے نہیں آئی یہاں مس شبنم
''شبنم کو فضا ترس گئی ہے یارو''

کوشش پہ بھی کچھ کام چلے یا نہ چلے
گاڑی یوں سرِ عام چلے یا نہ چلے
کیا جانیئے ''وہ کون تھا'' بن جائے تو
''ساقی تیرا کل نام چلے یا نہ چلے''

کٹے کو نمانے چو رہے ہوں جیسے
کچرے کی ٹرالی ڈھو رہے ہوں جیسے
یوں ان کی کرپشن کے clue ملتے ہیں
''خورشید طلوع ہو رہے ہوں جیسے''

ممکن نہیں طوفاں کے مقابل ڈٹ جاؤ
تو بزمِ محباں سے فٹافٹ جاؤ
جب پٹ نہیں سکتے تو بنے کیوں عاشق
''جب بڑھ نہیں سکتے تو پرے ہٹ جاؤ''

کب درسِ حوادث سے بھلا لیتے ہیں
ہر ایک بلا پیچھے لگا لیتے ہیں
شکوہ ہے یہی کارڈیالوجسٹ کا
''ہر درد کو ہم دل میں بسا لیتے ہیں''

لکھ لکھ کے کلام بیچتے ہیں یہ لوگ
تعویز تو عام بیچتے ہیں یہ لوگ
بزنس ہی بنا رکھا ہے کم بختوں نے
"اللہ کا نام بیچتے ہیں یہ لوگ"

لیڈر کو یکے از جمہور کیسے سمجھیں
اب نخلِ خرد پر ہے بور کیسے سمجھیں
سمجھانے کو سمجھائیں سمجھدار بہت
"ہم لوگ مگر حضور کیسے سمجھیں"

حاکم ہیں تو سب زہر کے سوداگر ہیں
نقاد ہیں تو قہر کے سوداگر ہیں
اربابِ سیاست سے حذر ہی بہتر
"آشوبِ گہہِ دہر کے سوداگر ہیں"

طوفان سرِ میز کیے دیتا ہوں
چائے کا نشہ تیز کیے دیتا ہوں
کرتا ہوں ترا ذکر سکینڈل کی طرح
"ہر غم کو دلآویز کیے دیتا ہوں"

منڈی کے جو پاوے ہیں سو ٹھک جائیں گے
دانے سبھی بازار کے مُک جائیں گے
جس وقت بڑھاؤں گا میں ٹھیلا اپنا
"دنیا کے کاروبار رُک جائیں گے"

پس انداز لمرک
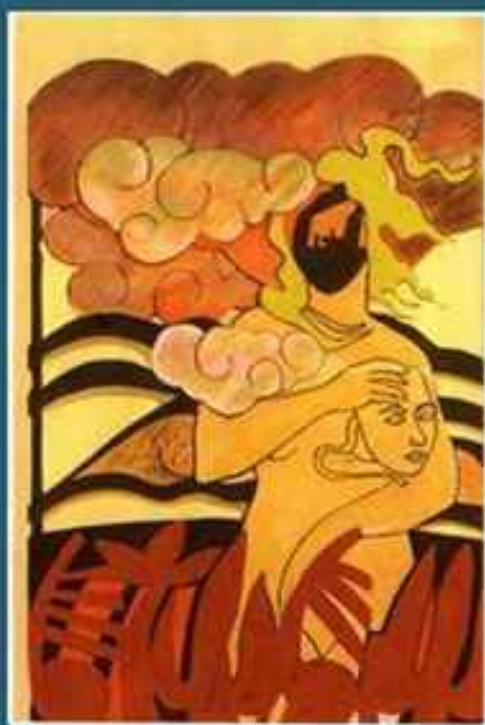
کم کر سکتے ہیں ابلاغ کے بوجھ کو ہم
لمرک میں بھی بات کہی جا سکتی ہے

قریب آجاؤ

بڑا حسین سماں ہے قریب آجاؤ
یہ پیر اب بھی جواں ہے قریب آجاؤ
نظر کا چشمہ لگے
تو مجھ کو ٹھیک دِکھے
"یہ دورِ کم نظراں ہے، قریب آجاؤ"

فرزانوی

دن میں چراغ

ہم نے پوچھا کہ ہے گھوما ہوا سرکار دماغ؟
یا حماقت کا یہ سودا ہے فقط شغلِ فراغ
ہنس کے وہ کہنے لگے
بعض اندھوں کے لئے
"رات تو رات ہے ہم دِن میں جلاتے ہیں چراغ"

توبہ توبہ

تو پیش از عقد مجھے لگ رہی ہے لالہ فام
تو بعد از عقد نہ رہ جائے بن کے خوں آشام
اے جان! توبہ مری!!
جو ایسا سوچا بھی
”وفا پہ سخت گراں ہے ترا وصالِ دوام“

منہ پھٹ

''مختلف کتنا زمانے سے چلن میرا ہے''
اِسی باعث تو ہر اک ہاتھ میں ''کن'' میرا ہے
سارے چلاتے ہیں مجھ پر اکثر
بولنے کے نہیں آتے مینر
''میری تقصیر ہی بے ساختہ پن میرا ہے''

منافقین

کب کہتا ہوں انہوں نے مجھے ڈنگر نہیں کہا
مانا کسی خبیث نے بہتر نہیں کہا
چغلی ہے ٹھیک پر
یہ گل بھی ہے ظفرؔ
"یاروں نے جو کہا میرے منہ پر نہیں کہا"
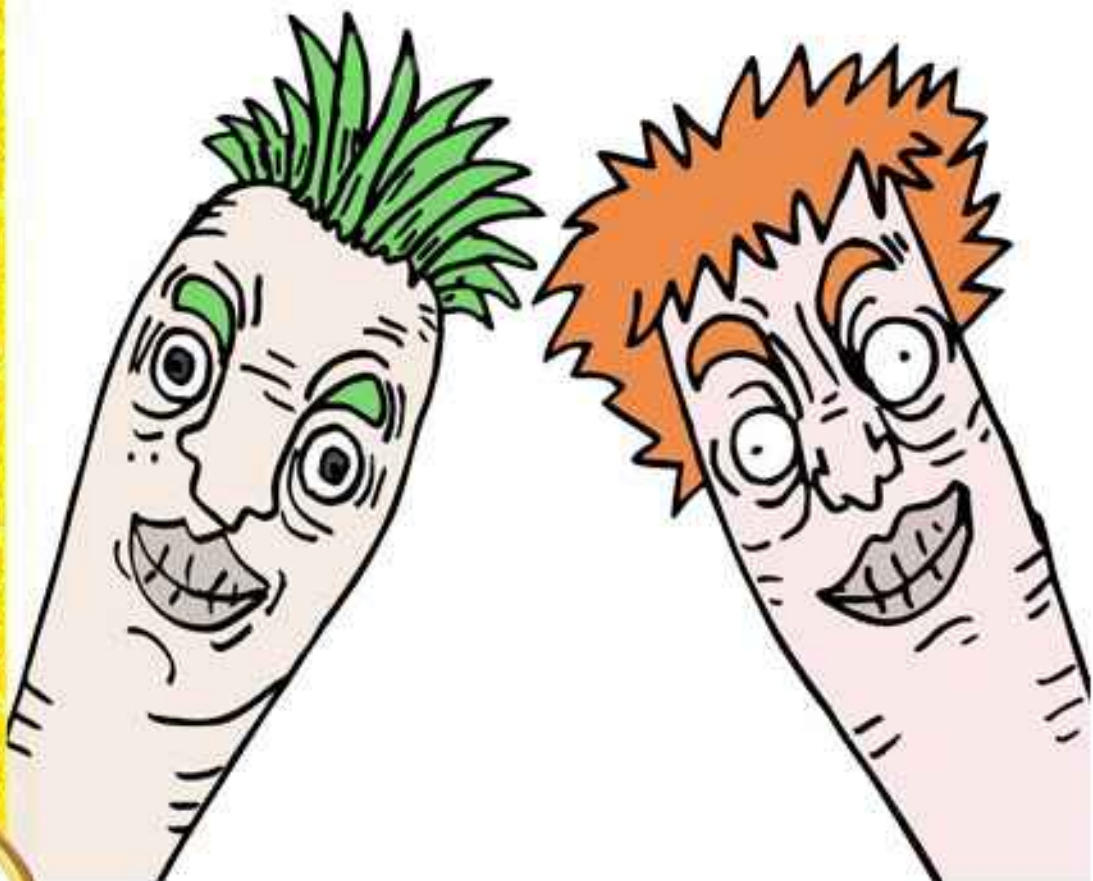
یوں تخاطب میں ادب آداب مت دیکھا کرو
فتنہ سازی کے سدا اسباب مت دیکھا کرو
کوئی ''کالو'' ہے یہاں
کوئی ''ڈنگو'' ہے یہاں
''یار لوگوں کے لقب القاب مت دیکھا کرو''

جو آئے آئے...

یہ حقِ مرداں تھا سو منافی نہیں کہا
اِک عقد کو ہی کاوشِ کافی نہیں کہا
سلمٰی سے بھی ملے
رضیہ سے بھی پٹے
"اِک غم کو دوسرے کی تلافی نہیں کہا"

سوا ستیناس مرا۔۔۔

دلبروں نے یہ عجب طرزِ حماقت چاہی
کنگلے عاشق سے بھی پیار کی قیمت چاہی
اُس نے جب مثلِ صبا
بہرِ ''ریچارج'' کہا
''ہم نے آداب کہا اور اجازت چاہی''

کوئی ہے!

میں بیڈ پہ لیٹا ہوں پر ہے مجھے یقیں کوئی ہے
وہ چور ہے یا ہے ڈاکو، یہیں کہیں کوئی ہے
بتا چکی میری زوجہ بھی
کہا تو ہے کہ نہیں ہے کوئی!
”مگر یہ دل کہ بضد ہے، نہیں، نہیں کوئی ہے“

وہ لڑکی

نہیں تھی ایسی کہ کوئی بلا کہا جاتا
سو عام شکل کی لڑکی اُسے گنا جاتا
جو پارلر سے وہ آتی تھی
تو حشر کیسا وہ ڈھاتی تھی
''جو دیکھتا تھا اُسے دیکھتا چلا جاتا''

فرازیالوجی

نظم تم نے پڑھی ہوئی ہے مگر
نظم کے کارٹون بھی دیکھو

بھونڈ ٹلتے نہیں

(نظم ''خواب مرتے نہیں'' کی پیروڈی)

بھونڈ ٹلتے نہیں

بھونڈ ہیں، کوئی زید و بکر تو نہیں

کہیں پیٹے گئے تو سدھر جائیں گے

اِن کو لتر پڑے تو سنور جائیں گے

بھونڈ ٹلتے نہیں

بھونڈ کی کھال تو اِس قدر سخت ہے

کبھی لتروں سے بھی پگھلتی نہیں

تھانے ہو آتا ہے پھر بھی ڈھلتی نہیں

ڈانٹ ہو، گوشمالی ہو پھٹکار ہو

جون ان کی کسی سے بدلتی نہیں

بھونڈ پھجا بھی ہے

بھونڈ طیفو بھی ہے

بھونڈ تو میں بھی ہوں

بھونڈ تو تو بھی ہے

خواب

(نظم ''خواب'' کی پیروڈی)

وہ ''دانڈ'' میرا ''ہم لنگر'' تھا
روزی کے حصول کے لئے جو
اب ملک سے دُور جا چکا ہے

اِک عمر سے میں گواچی گاں سا
حالات کے شر شرار میں ہوں
یہیں رُلوں؟ ملک چھوڑ جاؤں؟؟
کیا کرنا ہے انتظار میں ہوں
کوئی بھی نہیں جو ویزہ لے دے
میں خواب میں جس دیار میں ہوں

کرسنا گروہ

(نظم ''دیوارِ گریہ'' کی پیروڈی)

وہ لیڈر شعبدہ گر تھا
جو جھوٹے لاروں
اور امپاسبل وعدوں کی
پنڈیں دے دلا کے
سادہ دِل لوگوں کے
خاصے قیمتی ووٹ
اور نعرے لے کے
چمپت ہو گیا
اور اب یہ عالم ہے

کہ میرے شہر کا
ہر اک مکاں
نہ ختم ہونے ہوتے
کوسنوں کا گڑھ بنا ہے
اور رواں رواں کرتا ہر اک شخص
پھر کوئی اڑنگی کھانے کو تیار سا ہے

دیدار

(نظم ''خریدار'' کی پیروڈی)

دلِ کنگال کی بے ساختہ تسکیں کے لئے
اِک نظر دیکھنے آیا تھا تجھے، دیکھ لیا
آج بھی دیکھا ہے تجھ کو اُسی کھونٹے کی طرف
حسبِ معمول اُسی شان سے ہے باندھا ہوا
گونجتے ہیں تیری ''میں میں'' میں اشارے کیا کیا
دیدنی ہے تیرے سینگوں کی نمائش لیکن
اب یہ عالم ہے کہ احساسِ تہی دستی سے
کسی بکرے کسی مینڈھے کسی بھینسے کی طرف
پاؤں تو کیا میری نظریں بھی نہیں اٹھ سکتیں

ایک منظر

(نظم "ایک منظر" کی پیروڈی)

پھیری والے کی صداؤں سے فضا گونج اٹھی
ایک اسمارٹ مگر مجنوں سا اوباش وجود
جھومتی ریڑھی پہ لادے ہوئے بھوسی ٹکڑے
(ٹین ڈبے کا بھی ہے ساتھ میں سامانِ کہن)
دمبدم کوچۂ جاناں کی گذرگاہوں میں
زور سے ہانک لگاتا ہی چلا جاتا ہے

یک بیک کھلنے لگے ایک دریچے کے کواڑ
شوق کے ہاتھوں حجابات کی چلمن اٹھی
جیسے منہ کھولے کوئی شخص جماہی لیتا
اور اِک وصل کے امکاں سے دمکتا چہرہ
اپنے محبوب کے دیدار کا امکان لئے
آخری شو کے فِنش ہونے پہ سینما میں سے
فلم کے ٹھرکیوں کی طرح اُبل آیا ہے

اب کس کے تم باراتی ہو

(احمد فراز کی معروف نظم "اب کس کا جشن مناتے ہو" سے دو دو ہاتھ)

اب کس کے تم باراتی ہو
اُس یار کے جو چولایا گیا
اب کس کے گھر باراتے ہو
جو عقد کی سولی چڑھایا گیا

اُس ٹھرکی کے جو خود بگڑا
اور شکوۂ تقدیر ہوا
کھا کھا کے رقیبوں سے لاتیں
گلیوں میں بے توقیر ہوا

اُس رانجھے کے جس کی حرمت
اخباروں میں نیلام ہوئی
اُس مجنوں کے جس کی شہرت
دس نمبری بن کر عام ہوئی

اُس جنگجو کے جو ہار چکا
اُس چھڑے کے جو باقی بھی نہیں
اُس تاڑو کے جو پھڑا گیا
اُس بھونڈ کا جو کوئی بھی نہیں

ملعون کے جو بدطینت تھا
جب پکڑا گیا تھانوں میں پٹا
اُس فول کے جو بدقسمت تھا
سڑکوں پہ پٹا گلیوں میں پٹا

اُس لوفر کے جس کا سب نے
لسترہی علاج غم سمجھا
جب ہاتھ لگا جب موقع ملا
جتنا بھی چھینٹا کم سمجھا

اُس کٹّے کے یاروں نے جسے
چو چو کے چویا، گھاتیں کیں
بے ساختہ حضرت پھسل پڑیں
مکھن میں بھگو کر باتیں کیں

اُس اکڑو کے جس کی ہنڈیا
پھوٹی تھی بیچ چوراہے میں
اُس بکڑ کے جوشا مل بھتا
ہر پنگے والے قصے میں

اُس کے جو لگا تھا سوٹوں پر
جب تقریباً تھا اِک کا کا
اب سگریٹ کے مرغولوں سے
لڑکی کا بناتا ہے خاکہ

اُس لونڈے کے، جو موج میں ہو
تو ڈانس سرِ بازار کرے
یا اُس آوارہ لُچے کے
جو ہر جا ہاہا کار کرے

یا پولیٹیکس کے ورکر کے
جو کسی جماعت کا نہ ہوا
یا اِک ایسے گھن چکر کے
ہر لوٹے کا پروانہ ہوا

اُس دولہا کے اب جس کی خوشی
آئی ہے سب کے حصے میں
چھڈ شادی شدوں کی بات نہ کر
کیا رکھا ہے اس قصے میں

آئے ہیں سارے شادی شدہ
ہونٹوں پہ طنز کے بول لئے
اِس جنج میں شامل ہوں میں بھی
اِک گلے میں اپنے ڈھول لئے

دریافت

شاعر اٹھاتے آئے ہیں ایسے سوال بھی
ترکی بہ ترکی جن کا جواب آنا چاہئیے

پلس نے دھر لیا آوارگی کے قضیے میں
قریبی تھانے کے دورے پہ ہے کہیں تنہا

یہ حال ہے کہ کئی راستے ہیں پیشِ نظر
مگر خیال تری رہگذر کو جاتا ہے

وہیں پہ شامتِ اعمال لکھی تھی اُس کی
یہی وجہ ہے کہ ٹھرکی اُدھر کو جاتا ہے

''کوئی بستی یہاں بسنے نہ پائی
یہ دِل ہے خوابگاہِ زلزلہ کیا؟''

سُنا کر ''کارڈیالوجسٹ'' کی ٹُو!
کہ دل میں ''ہاؤسنگ اسکیم'' کا کیا؟

''ساری خلقت چلی آتی ہے اُسے دیکھنے کو
کیا کرے دل بھی کہ دنیا ہے سفارش میں شریک''

اِس قدر تنگ قبائی کا اگر فیشن ہو
دنیا ہو جاتی ہے پھر تاڑ کی کاوش میں شریک

”کیوں چشمِ شہرِ یاراں ہے سوئے دِل فگاراں
کیا جامۂ دریدہ اُن کو اُتار بھیجیں؟“

یہ جو ہے چشمِ یاراں، کہتی ہے کہ حیا کر!
بولو تو ہم لبادہ تم کو اُدھار بھیجیں!

”تج دیا تم نے درِ یار بھی اُکتا کے فرازؔ
اب کہاں ڈھونڈنے غمخوار تمہارے جائیں“

اب کسی اور کے پیچھے تُو کہیں اور گیا
جن کو معلوم ہے وہ سیدھے ہزآرے جائیں

”جب ہر اِک شہر بلاؤں کا ٹھکانہ بن جائے
کیا خبر کون کہاں کس کا نشانہ بن جائے“

یہی بہتر ہے بلاؤں سے ذرا بچ کے رہو!
اِس سے پہلے، ترا مسکن کوئی بھتانہ بن جائے

”عشق عمروں کی مسافت ہے کسے کیا معلوم
کب تلک ہمسفری، ہم قدمی رہتی ہے“

عشق کو چھوڑیئے کہ ساتھ ہے اب یاروں کا
جب تلک آپ کی یہ جیب بھری رہتی ہے

"تجھ کو اب کیسے بتائیں وہ ترا ہجر نہ تھا
ہم پریشاں تھے کسی اور سبب سے آ گئے"

ٹھیک ہے سر پریشانی بتا دیتے ہیں
مبتلا قبض میں تھے ایک مطب سے آ گئے

"ایسے ویسے گمان کیسے پڑے
دِل میں یہ وہم آن کیسے پڑے"

"ذکرِ جاناں میں یہ دنیا کو کہاں لے آئے
لوگ کیوں مسئلے بیکار کے رکھ دیتے ہیں"

زندگی فکرِ شکم کے سوا کیا ہے۔۔۔ ہم تم
عشق کی یونہی چول مار کے رکھ دیتے ہیں

"میں کس طرح سے گزاروں گا عمر بھر کا فراق
وہ دو گھڑی بھی جدا ہو تو جان جاتی ہے"

جو "ہوٹلنگ" پہ گزر ہو تو قدرِ زوجہ ہو
پڑے جو سر پہ تو یہ جان مان جاتی ہے

”منزلِ دوست ہے کیا کون و مکاں سے آگے؟
جس سے پوچھو وہی کہتا ہے یہاں سے آگے“

کسی لاہوری سے کیوں پوچھا تھا منزل کا پتہ
جس کو خود علم نہیں، پیچھے یا ”تھاں“ سے آگے

”جانے کن لوگوں کی بستی میں چلے آئے فرازؔ
آبدیدہ ہے کوئی خندہ بہ لب ہے کوئی“

جا گھسے ہوں گے یقیناً کسی پاگل خانے
ایسا منظر تو کسی اور جا کب ہے کوئی

”جو صدمے ہم پہ گزرنے ہیں، وہ تو گزریں گے
مگر یہ آپ کو غم کیوں ہے، آپ تو جائیں“

اب اِس قدر بھی بصد شور تو نہ غم کیجے
کہ ساتھ والوں کی نیندوں کو آپ چوجائیں

”کس کس کو اپنی اپنی رفاقت پہ زعم ہے
ہوتا ہے کون کون جدا دیکھتے رہو“

سب کو ہی اپنے اپنے مواقع کی گھات ہے
لگتا ہے کس کا داؤ کُجا دیکھتے رہو

’’تجھ کو دیکھا ہے تو اب سوچتے ہیں
تجھ سے ملنے کا سبب کیا ہوگا‘‘

دہی لینے کے لئے بھی جو نکل
تو پکڑ اُس کی گلی کا رستہ

’’جنسِ ہنر کا کون خریدار ہے فراز
ہیرا کہ پتھروں سے بھی سستا دکھائی دے‘‘

دیکھا نہیں حضور نے شاید کباڑیا؟
آواز ’’ردی دے دے‘‘ کی کستا دکھائی دے

کس منہ سے یہ کیا سوچ کے کیا پوچھا گیا ہے
یہ سوچ کے دلدار بڑی دیر سے چپ ہیں

"کیوں اہلِ شوق سربگریباں ہیں دوستو!
کیوں خوں بہ دل ہے عہدِ جوانی کوئی لکھو"

کیا احمقوں کی کوئی کمی ہے دیار میں
اور احمقوں میں عاشقِ ثانی، کوئی لکھو!

فراز نامہ فاروقی

شب خون

بہت سے خوابوں کا شب خون ہے بلا عنواں
بہت سے شعر وغیرہ کے زمرے میں بھی ہیں

۱۷۱

ترونیاں

کئی صبر آزما گھنٹے گنوا کے
بریکنگ نیوز مجھ تاڑو کی ہے یہ

''وہ میرا آتشیں رُخ بام پر تکیں''

بن رہی ہے مری سہولت کار
میرے ماٹھے پنے سے واقف ہے

''وہ بھی رک رک کے چل رہی ہے ابھی''

کاتبِ تقدیر کا لکھا ہوا ہے، کیا کریں
جب تلک ہے شامتِ اعمال، تیرے ساتھ ہیں

''کوئی پوچھے کون کس کو عمر بھر اچھا لگا''

اِس ہوس میں کہ یہ طائر بھی مرے دام آئے
ایسا مواد ملے، بعد ازاں کام آئے

''اُس نے پوچھیں میرے غمخوار سے باتیں کیا کیا''

میں (جمعہ) عقدِ غیر پہ دیوانہ کس لئے
کیوں رقصِ احمقانہ کئے جاتا ہوں بھلا

''میں کر رہا تھا خود سے سوالات رقص میں''

بات بیگم کی مجھے ماننا پڑ جانی پڑی
اُڑ گئے آج کی شاپنگ پہ مرے بیس ہزار

''چشمِ گریاں میں وہ سیلاب تھے اے یار کہ بس''

علمِ ہوس بھی سیکھ چکے ہیں پروانے اِس محفل کے
نئے زمانے کے کالج سے فارغ التحصیل ہوئے

''جتنے بھی عشاق تھے پہلے اہلِ وفا کہلاتے تھے''

کیسے تھوتھا چنا بھی باجے گھنا
آپ کے کام آسکیں گے کیا

''ہم تو اپنے بھی ہو نہیں پائے''

فیشن نے بھد کچھ ایسی سبھی کی اڑائی تھی
محفل میں سب نے جبین دریدہ چڑھائی تھی

''اہلِ قبا میں صاحبِ توقیر کون تھا''

مسیحا کی تشخیص کا ذکر کیا
مرا عشق اُس کو لگا قبض سا

''دوا کی بجائے دعا کر چلے''

یار کے فادر نے متواتر ہاتھ میں سوٹا تھام لیا تھا
ناصح نے بھی ڈھیٹ پنے پر سر ہی اپنا تھام لیا تھا

''پھر بھی اُس کوچے سے گزرے پھر بھی اُس کا نام لیا تھا''

گاڑی تو چھانگا مانگا کی حد سے گزر چکی
رہ رہ کے کر رہی ہے وہ مس کال کس لئے

''میں کب کا جا چکا ہوں صدائیں مجھے نہ دو''

وہ تو تھا یا زلزلہ تھا دل کا
یہ زلزلہ ہے یا تیرا بچہ

''ہر چیز الٹ پلٹ گیا ہے''

کا ہے بیمار ہوں کہ ہوش ٹھکانے لگ جائے
ٹوٹکے ہم کو جہاں بھر کے بتانے لگ جائے

''جو بھی ملتا ہے مسیحا کی طرح ملتا ہے''

جو راہگیروں سے پوچھا کدھر کو جاتا ہے
ستم ظریف بھی لاہوریئے تھے کہنے لگے

''یہ راستہ بھی اِدھر سے اُدھر کو جاتا ہے''

غم غلط کرنے کہاں جا کے مرے ہو پیارے
تم ہو کس ''کھاپاسرا'' کون سے ''قہوہ خانے''

''اب کہاں ڈھونڈنے غمخوار تمہارے جائیں''

جان بچانا مشکل تھا اِس در سے بھی
سارا کنبہ گینگ تھا بھائی لوگوں کا

''لوٹ آیا ہوں دِل میں لے کر دل کی بات''

پڑی چھینٹی ہمیں اس بات پر بھی
کبھی آئینہ خود دیکھا نہیں پر

"ہمیں اس عہد کے آئینہ گر ہیں"

اپنے ظرف کے جامے میں کب آتے ہو
اس کی کال پہ باچھیں تو پھیلاتے ہو

"کل کے پچھتاوے کو بھی امکان میں رکھنا"

مری بھی بونگیوں کے اقتباس ہوں گے بہت
سنیپ شارٹس تو تیرے بھی پاس ہوں گے بہت

"میں کس طرح تجھے اے دوست بے وفا لکھوں"

جاناں!

(ترائیلے)

مدتوں سے یہی عالم نہ توقع نہ امید
دل پکارے ہی چلا جاتا ہے جاناں جاناں
کچھ رقیبوں نے لگائی ہے مجھے ضرب شدید
کچھ ترا ویر تُلا ہے مجھے کرنے پہ شہید
ایسے عالم میں افیئر نہیں چل سکتا مزید
دِل کی کیا بات کریں دل تو ہے ناداں جاناں
مدتوں سے یہی عالم نہ توقع نہ امید
دل پکارے ہی چلا جاتا ہے جاناں جاناں

گمشدہ

(ترائیلے)

ہم ترے شوق میں یوں خود کو گنوا بیٹھے ہیں
جیسے بچے کسی تہوار میں گم ہو جائیں
گمشدہ یار سبھی ہم کو بنا بیٹھے ہیں
عقد کے بعد کے قصے کو بڑھا بیٹھے ہیں
جا کے تھانے میں رپٹ اس کی لکھا بیٹھے ہیں
اِن کے ہوتے ہوئے کیوں پیار میں گم ہو جائیں
ہم ترے شوق میں یوں خود کو گنوا بیٹھے ہیں
جیسے بچے کسی تہوار میں گم ہو جائیں

ایں چیست؟
(ترائیلے)

خوابِ آوارہ کسی آنکھ کی تقدیر تو بن
کسی منزل پہ کبھی قافلۂ دل ٹھہرا
عشقِ سیلانی کو رکھتے ہو ہمہ وقت مگن
صاعقہ، شازیہ، ریحانہ، ہما، ناز، ثمن
سب حسیناؤں پہ تانے ہوئے ہو دیدوں کی گن
ہر کوئی تیری تمناؤں کا حاصل ٹھہرا
خوابِ آوارہ کسی آنکھ کی تقدیر تو بن
کسی منزل پہ کبھی قافلۂ دل ٹھہرا

شیوۂ رفاقت
(ترائیلے)

یہ بھی اک شیوۂ رفاقت ہے
جانے والوں کو راستہ ہی دے
پر اڑنگی کی تجھ کو عادت ہے
جو سراسر تری خباثت ہے
کار افضل ہے جو شرافت ہے
کاش کوئی تجھے بتا ہی دے
یہ بھی اِک شیوۂ رفاقت ہے
جانے والوں کو راستہ ہی دے

مخمسہ بر غزل

اُلفت نام کے ذہنی خلل کی باتیں ہیں
بیٹھے بٹھائے شوقِ اجل کی باتیں ہیں
شادی پر آمادہ چول کی باتیں ہیں
''قاتل کے قصے مقتل کی باتیں ہیں
آج کی محفل میں بھی کل کی باتیں ہیں''

عقد بھی کیا کورونا کی بیماری ہے
ساری خلق خدا شامت کی ماری ہے
یعنی آج میں تو کل تیری باری ہے
دیوانوں پر اک اک لمحہ بھاری ہے
''ہوش کی باتیں کتنی ہلکی باتیں ہیں''

جب جلووں میں میک اپ کا لشکارہ بھرے
کتنے حواسوں کے کرلے وہ دام کھرے
چاند بھی اس کے آگے پانی بھرا کرے
''تنگ قبائے، کجکلہے، زرّیں کمرے
اُس کافر میں ساری غزل کی باتیں ہیں''

عہدِ ماہ کشی پر میں شرمندہ ہوں
جذبۂ ٹھرکی پر میں شرمندہ ہوں
غلطی تھی، غلطی پر میں شرمندہ ہوں
''اپنی تہی دستی پر میں شرمندہ ہوں
تیرے لبوں پر تاج محل کی باتیں ہیں''

ہو جائے جب کہیں سیاسی بحث دراز
رکھ سکتا ہے کوئی کہاں تک چند کو باز
کھل سکتا ہے آن کی آن میں کوئی محاذ
''عقل کے اندھوں کی محفل میں چپ ہے فراز
کتنی سیانی اس پاگل کی باتیں ہیں''

خمسہ بر غزل

تجھ سے رشتہ تو بنا تھا میرا آدھا یوں بھی
صورتِ بجو تعاقب میں تھا ''شادا'' یوں بھی
متفق مجھ پہ نہیں تھا تیرا دادا یوں بھی
''تھا عبث ترکِ تعلق کا ارادہ یوں بھی
عشق زندہ نہیں رہتا ہے زیادہ یوں بھی''

یہ نہیں، صرف طبیعت میں ہیں ہم ہی لوفر
صورتِ چرخی ہے گھوما ہوا وہ بھی یکسر
لوگ کہتے ہیں "جہازوں" سی ہے اُس کی نیچر
"اِک تو ان آنکھوں میں نشہ تھا بلا کا اس پر
ہم کو مرغوب ہے کیفیتِ بادہ یوں بھی"

جو بھی چاہو سو فسانہ اُسے سارا کہنا
اپنی دھرتی کی کتھا تا بہ ستارہ کہنا
اُس نے جو سننا نہیں وہ نہ خدارا کہنا
"نامہ بر اس سے نہ احوال ہمارا کہنا
وہ تنک خو ہے بگڑ جائے مبادا یوں بھی"

وہ ستمگار سمجھتا ہے ہمیں اِک "ڈھکنا"
جب مقدر میں نوشتہ ہے نہ کچھ کر سکنا
کس لئے خامے کے بل پر ہے یہ بکنا جھکنا
"سو گئے ہم بھی کہ بیکار تھا رستہ تکنا
اس کو آنا ہی نہیں تھا شبِ وعدہ یوں بھی"

ہائے کس طور سے اُس شوخ کی ''ہینی نپنی''
ہائے کہہ دوں میں زباں سے اُسے کیسے ''سپنی''
کسی اخبار میں کیوں اُس کی سٹوری چھپنی
''کچھ تو وہ حسن پشیماں ہے جفا پر اپنی
اور کچھ اُس کے لیے دل بھی کشادہ یوں بھی''

اب کہاں عشقِ حقیقی و مجازی کا گداز
اُن کی محفل میں ہیں پھیلے ہوئے محمود و ایاز
ایسے عالم میں رہا ہی نہیں اب اپنا جواز
''کوچ کر جاتے ہیں ہم کوئے محبت سے فراز
اِن دِنوں چاک گریباں ہیں زیادہ یوں بھی''

خمسہ بر غزل

''نو انٹری'' کے بورڈ کو ٹھینگا دکھائیں ہم؟
پھر ڈھیٹ بن کے ''تاڑ کو کی'' لگائیں ہم؟
جا کر ہجومِ ناز میں دُم بھی ہلائیں ہم؟
''اب اور کیا کسی سے مراسم بڑھائیں ہم
یہ بھی بہت ہے تجھ کو اگر بھول جائیں ہم''

سنسان رہگذار تھا، اُجڑا ویرانہ تھا
دو دن کی رخصتی پر ترا مجنوں روانہ تھا
لیلیٰ کا کتا بھی تھا مگر بھونکتا نہ تھا
''صحرائے زندگی میں کوئی دوسرا نہ تھا
سنتے رہے ہیں آپ ہی اپنی صدائیں ہم''

دفتر میں خر دماغ سے افسر بنے نصیب
دفتر سے گھر میں آئیں تو گھر میں بُرے نصیب
اِک آگ زیرِ پا سے ہوئے منچلے نصیب
''اس زندگی میں اتنی فراغت کسے نصیب
اتنا نہ یاد آ کہ تجھے بھول جائیں ہم''

گونجے ہماری چاپ سے ہر رات ہی اُطاق
ہم جاگتے ہیں کہ ہمیں لاحق سا ہے مراق
خوگر ہیں سو اچھنبا نہیں بخت کا مذاق
''تو اتنی دل زدہ تو نہ تھی اے شبِ فراق!
آ تیرے راستے میں ستارے لٹائیں ہم''

اپنا نصیب ہو گئی شامت کی ہر کلاز
دنیا نے رکھ دیا ہے بنا کر ہمیں جہاز
گچی سے تھام لیتی ہے یونہی بلا جواز
''وہ لوگ اب کہاں ہیں جو کہتے تھے کل فراز
ہے ہے خدا نہ کردہ تجھے بھی رلائیں ہم''

مخمسہ برغزل

ابا تھا اُس کا سخت، فسانہ بہت ہوا
کتوں کو میرے پیچھے لگانا بہت ہوا
جس کے لئے کچہری و تھانہ بہت ہوا
''اُس کو جدا ہوئے بھی زمانہ بہت ہوا
اب کیا کہیں یہ قصہ پرانا بہت ہوا''

زاہد بھی بس اِسی کو چباتا رہے سدا
شاعر کے زیرِ خامہ بھی قصہ یہی رہا
اور یہ ادیب، اِن کا بھی رونا یہی تو تھا
''ہم خلد سے نکل تو گئے ہیں پر اے خدا
اِتنے سے واقعے کا فسانہ بہت ہوا''

کب سے ہے بند اُس کے فدائی کی بولتی
اِک سمت گینگ ڈشکرا، اِک سمت کانگڑی
ہر راستے میں آ کے دکھاتے ہیں برہمی
''اب ہم ہیں اور سارے زمانے کی دشمنی
اُس سے ذرا سا ربط بڑھانا بہت ہوا''

اُس نے جہاں بلایا، گیا، کہہ نہ ''نو'' سکا
کُتا سمجھ کے چوتا رہا، جتنا چو سکا
لیکن یہ اُس کا ظرف، وفا ہی نہ ڈھو سکا
''اب تک تو دل کا دل سے تعارف نہ ہو سکا
مانا کہ اُس سے ملنا ملانا بہت ہوا''

انصاف تو یہی تھا کہ مکتی مکائیو
بولا تو تھا ظفرؔ سے ''نہ نخرے دکھائیو!''
اب ایسا ہو گیا تو کریں کیا اے بھائیو!
''کہتا تھا ناصحوں سے مرے منہ نہ آئیو
پھر کیا تھا ایک ہو کا بہانہ بہت ہوا''

آزاد غزل

رقیبوں نے یوں مجھ کو گھیر کر ٹلی بجائی
"دہائی ہے خداوندا دہائی"

بنی ہے شہر میں اک بار پھر بلوے کا باعث
"خطیبوں کی وہی ہرزہ سرائی"

اگرچہ بو پتنگوں کی طرح ہم لوٹتے ہیں
"خوشی کیا ہے گئی تو عمر بھر کو" اور "گھڑی بھر کے لئے آئی تو آئی"

ہمارے واسطے اُس حسن کی زنبیل میں رکھا ہی کیا ہے؟
''ملامت، طعن، تہمت، جگ ہنسائی''

وہاں ٹھینگا ملے گا
''جہاں احباب ہوں یوسف کے بھائی''

یہاں اپنے تئیں ہر بے سُرا مہدی حسن ہے
''یہاں گونگوں کو زعمِ آشنائی''

سبھی فنکار ٹھہرے
''کسی کے سر پہ دستارِ ریا ہے'' اور ''کسی کے تن پہ دلقِ کبریائی''

آزاد غزل

یوں تو ہے وہ کسی گارے کی مثال
''پھر بھی لا دے تو کوئی دوست ہمارے کی مثال''

جب بھی دیکھا ہے کہیں حُسن کا ہینگر تو وہیں پر فوراً
''تیرا غم ٹانک دیا ہم نے ستارے کی مثال''

کوئی نواب نہ تھے
''زندگی ہم نے گزاری ہے گزارے کی مثال''

شعر کس شوم پہ لکھا کہ ہوا ذوق خفا
''شاعری روٹھ گئی ہے کسی پیارے کی مثال''

جس نے لُوٹا ہے مرے ملک کی دولت کو وہ لیڈر اب کے
''غرق ہوتا چلا جاتا ہے کنارے کی مثال''

ٹھیک ہم ہوں گے وہاں کھتے سواہ؟
''چارہ گر بھی ہو جہاں درد کے مارے کی مثال''

ہم یونہی مفت میں کیوں اُلٹی قلابازیاں کھائیں جاناں!
''کوئی ترغیب تو ہو تیرے اشارے کی مثال''

آزاد غزل

جو مسینجر میں کر کے اینٹھتے ہیں وہ "بونگی" دو بدو بھی ہو جائے
"عرضِ غم کبھی اُن کے روبرو بھی ہو جائے"

کیا خبر لگا دے وہ ایسے طنز کے ٹانکے
"دِل رفو بھی ہو جائے"

وہ لگاتے پھرتے ہیں چاہتوں کے رستے میں بے رُخی کے کنٹینز
"کیا بنے جو ایسے میں ایک "ہو" بھی ہو جائے"

خوب ہے وہ جو کبھی کارزارِ ہستی میں پیٹھ بھی دکھاتا ہے اس امید پر، شاید
"سرخرو بھی ہو جائے"

ہم تو بس امریکہ کے گوڈوں گٹوں سے لگ کے بیٹھ جائیں گے چاہے
"کوئے یار میں غارت آبرو بھی ہو جائے"

آ دبوچے پیچھے سے
"وائے گر زمانے کے ساتھ تو بھی ہو جائے"

شاعرات بیٹھیں تو شوہروں کی چغلی ہو، ساس کی خبر بھی لیں
"شاعری تو ہوتی ہے گفتگو بھی ہو جائے"

میرے شعر ریزہ ریزہ

ظفرؔ متروک ہیں سکّے ہمارے ملک میں لیکن
سخن کی ریزگاری اب بھی ہاتھوں ہاتھ چلتی ہے

چور بھی سو گئے دھندہ کر کے
''نیند کس وقت نہ جانے آئے''

ہو گئے عقد سبھی کے، ہائے!
''اب وہ ہنگامۂ احباب کہاں''

دولتیاں جھاڑنی تھیں تو نے
''دنیا تری راہ میں کھڑی تھی''

مجھ پر بھی سایہ زن تھیں تمہاری نحوستیں
''ہائے وہ روز و شب کہ مرے ساتھ تم بھی تھے''

اُس نے آنکھیں جو دِکھا رکھی تھیں سب کو پہلے
''اُس کے جاتے ہی مگر رونے کے عادی روئے''

اب بنالیں گے اُسے اپنا ڈبل ایجنٹ ہم
''دوست دشمن کا نکل آیا ہے اپنا آشنا''

کیا بند گرانی نے یہاں بولتی کر دی
”بازار کے بازار بڑی دیر سے چپ ہیں“

اندھوں میں اِک کانا راجہ ٹھہرا وہ
”کتنی سیانی اُس پاگل کی باتیں تھیں“

مری طرح سے ذرا تم بھی لڑھکیاں کھاؤ
”بڑا مزا ہو اگر تھوڑی دور ساتھ چلو“

جب اونٹ کو دیکھا تو مجھے یاد وہ آیا
”بھولا نہیں تیرا قد و قامت، اُسے کہنا“

بلبلانا اِدھر اُدھر جا کر
”دِل کی باتیں اِدھر اُدھر کہنا“

مرے پاس آئے گھڑی گھڑی، تُو قسم تو کھائے بڑی بڑی
”مگر اے نگارِ وفا طلب ترا اعتبار کوئی تو ہو“

تاڑنے سے وہ ذرا باز نہ آیا اب تک
''کس قدر حوصلہ ہارے ہوئے انسان میں ہے''

پھینٹے جانے کے لئے میں جو ہوں حاضر جاناں!
''تم تو معصوم ہو، تم دُور ذرا ہو جانا''

خواب تبدیلیوں کے پھل ہیں ابھی
''پھر بھی تو انتظار کر، شاید''

سمجھے تھے کہ اُس شوخ کے اِک فین ہمیں ہیں
''دیکھا تو وہ تصویر ہر اک دل سے لگی تھی''

تُو کارٹون سا ہم کو دکھائی دینے لگا
''ہم آئینے کی طرح تیرے روبرو جو ہوئے''

وہ پانچ بچوں کی امّاں بھی بن چکی ہوگی
''عجب نہیں ہے اگر یاد بھی نہ آؤں اُسے''

اب اور کس کے ابے سے کونڈا کرائیں ہم
''اب اور کیا کسی سے مراسم بڑھائیں ہم''

یاروں کی انجمن میں تھا لوٹوں کا تذکرہ
''یہ اتفاق ہے کہ وہ یاد آ گئے معاً''

اُلٹی سیدھی باتوں کو بھی بریکنگ نیوز بناتے ہیں
''لوگوں کو یہ فکر کہ کوئی موضوعِ تشہیر بنے''

چھوڑو تبدیلی کی باتیں، نوروں فتوروں کے قصے
''کل میں بھی شرمندہ ہوں گا، کل تم بھی پچھتاؤ گے''

میری اِک عمر کی ''سیونگ'' کا بٹھایا پٹھہ
''چند لمحوں کے لئے تو نے مسیحائی کی''

دوسرے عقل کے اندھوں کی طرح دنیا میں
''ہم سمجھتے تھے کہ رونق ہے تو دم سے اپنے''

سب کی دُموں پہ پاؤں دھرا تھا ہمیں نے کیا
''تم بھی خفا ہو لوگ بھی برہم ہیں دوستو''

جب کھا چکے ہو کھانا تو کیا سوچنا ظفرؔ
''وہ رات کیوں نہ آئے تھے کیسے نہ آئے تھے''

ہاضمہ یوں بھی نہ بگڑا تھا ہمارا پہلے
''دل پکارے ہی چلا جاتا ہے جاناں جاناں''

سُنے ہی جاؤں عطا اللہ کے میں گانے کیوں؟
''جو سچ کہوں تو میں ایسا اداس ہوں بھی نہیں''

کل رات موبائل بھی ملی تھی بہت ظفرؔ
''لیکن یہ کیا کہ چین سے سویا نہ تو نہ میں''

ہمیں نے تین دفعہ آپ کو قبول کیا
''وگرنہ ترکِ تعلق کی صورتیں تھیں بہت''

عشق تو پنپا ہے کالج کے کھلے ماحول میں
''ورنہ میں تیرا نہیں تھا اور تو میرا نہ تھا''

سسرال نے نگل لیا ہم کو تو کیا ہوا
''دیکھو تو کتنے شہر سمندر کے ہو گئے''

کار ہے بنگلہ ہے اور بیوی کی نخرے بازیاں
''اے غمِ ہستی تری دنیا پسند آئی بہت''

کورٹ میں شوق سے لے جاؤ مگر یاد رکھو
''اب کے ہم بچھڑے تو شائد کبھی خوابوں میں ملیں''

تجھے میں دیکھ چکا ہوں بغیر میک اپ کے
''خدا کرے کہ تجھے اب نہ عمر بھر دیکھوں''

دے رہا ہے قبض کی ہم کو دوا لا کر ظفرؔ
''مہرباں ہے وہ مگر نا آشنائے زخم ہے''

باغ دکھلا پھر سے ہم کو سبز آ کر لیڈرا!
”منتظر کب سے تحیر ہے تری تقریر کا“

تو نے بھی پینڈو پکارا ہم کو اوروں کی طرح
”یا ہمیں تجھ سے تھی یا امید تیرے شہر سے“

جب نیند آ گئی ہے تو سو مر ہی لیں گے ہم
”جب دل ہی بجھ گیا ہو تو کس کام کے چراغ“

تجھے تو مہر کی زنجیر میں تھا جکڑا گیا
”یہ کیا کہ چھوڑ چلا تو بھی اور سب کی طرح“

میری طرح ماری ہیں بہت بونگیاں اُس نے
”کچھ اور تعلق نہ سہی ہم سخنی تھی“

کاشتا تھا ہمارا جوتا ہمیں
”لوگ سمجھے شکستہ پا ہیں ہم“

تمھارے فیل بدن بھائی کا گلہ ہے بہت
''وگرنہ یوں تو ستم ہم پہ بے شمار ہوئے''

کچھ اور بھی مس تارہ لبِ بام جو آتی
''آنکھوں میں ستارے سے اُترتے کوئی دن''

مجھے عروض کی تعلیم دی نہیں مطلق
''وہ ایک شخص کہ شاعر بنا گیا مجھ کو''

مشالِ روئی ہمیں پہنچتے ترے بھائی
''مثالِ برگِ خزاں تیری جستجو کرتے''

میں جانتا ہوں کہ دے گا اڑنگیاں مجھ کو
''میں مانتا ہوں کہ ایسا نہیں بظاہر تو''

اُسی کے ذمے تو کھانا پکانا تھا امشب
''یہ کیا کہ آگ لگا کر ہوا روانہ وہ''

جگت لگائی تو نے ہی مجھ پر کثیف سی
''اور پھر بھی میں شریک ترے قہقہوں میں ہوں''

یورپ میں جو سلپ تجھے ہونا ہے، دوستا!
''گہرے سمندروں میں اُتر جانا چاہئیے''

نکل گیا تری دولتیوں کی حد سے میں
''مگر وہ لطف کہاں ساتھ چلنے کا''

ہمیں نے لات جمائی چپڑقناتی کو
''وہ چاہتا تھا مگر حوصلہ نہ تھا اُس کا''

تجھے خرید دیا آلۂ سماعت بھی
''یہ اور بات کہ اب بھی تجھے سنائی نہ دوں''

موچ ہے پاؤں میں سولنگڑا کے چلتا ہوں ذرا
''کچھ تو ظالم پاسِ ہمرہاں، ذرا آہستہ چل''

یہ اور بات کہ اب چیختی ہے وہ مجھ کو
''میں دیوتا تھا کبھی ایک دیوداسی کا''

تو پھیل جا وائی فائی جیسا
''پتھر کی طرح نہ بیٹھ جم کر''

نیب کی نظریں نہ پڑ جائیں کہیں اِس پر بھی
''دولتِ درد کو دنیا سے چھپا کر رکھنا''

رانگ نمبر پہ بھی مل جاتا ہے اکثر ہم کو
''وہ جو اک شخص ہمیں بھول چکا ہوتا ہے''

میں تجھ کو ''دُرِ فتنہ'' جو کہہ دوں تو ہے بجا
''وہ اِس طرح کہ تجھ پہ بھروسہ بلا کا تھا''

تمام شہر کا کونڈا کیا اُسی نے اور
''تمام شہر اُسی کو دعائیں دیتا ہے''

پٹا لیا ہے کسی نے زنانِ منعم کو
''ہمیں تو راس نہ آئیں محبتیں کرنی''

تو ''بط'' بنی ہے تو میں بھی ہوں صورتِ کرگس
''تری ہی بات نہیں میں بھی کیا سے کیا نہ ہوا''

اُس کی گردن پہ مرے ہاتھ کی پہنائی دے
''اے خدا جو بھی مجھے پندِ شکیبائی دے''

قرض لوٹانے کا کہنا ہے تو رُک جا ناداں!
''کہ اِسی موڑ پہ یاروں سے ہوئے یار جدا''

اُسی کی کال ہمیں آ رہی ہے منزل سے
''وہ شخص جس کا ہمیں انتظار رہا ہمیں ہے''

اے خانگی زنداں کے اسیرو! ذرا دھیرج!!
''جاں دے کے بھی سمجھو کہ سلامت نکل آئے''

جانے درکار ہے لتر مجھے کس نمبر کا
''کس طرح سے مری آشفتہ خیالی جائے''

لطیفے بالغوں کے جب چلے ہیں بزمِ یار میں
''وہ یارِ کم سخن کئی حکایتیں سنا گیا''

سمجھتا ہے وہ کہاں شیکسپیئر کی گٹ مٹ کو
''جو دل میں ہیں وہی باتیں کہا کرو اُس سے''

کیوں ڈیٹا بیسِ خوباں نہ ہم نے بنا لیا
''اب دل سے محو نام بھی اکثر کے ہو گئے''

سیٹیاں ہم نے بجائی ہیں نہایت زور سے
''اِس توقع پر کہ شاید تو پلٹ کر دیکھتا''

یار آیا ہے یا گولی ہمیں دے گیا ہے پھر
''اُس انجمن میں اے دلِ بے تاب دیکھنا''

مقدمہ بازی رہی ہے طویل سوکیانی
""اُسے بھی مجھ کو بھلانے میں اِک زمانہ لگا""

لازم نہیں قبول ہو آفر یہ عقد کی
""لازم نہیں کہ تو بھی مرا ہم خیال ہو""

یاروں کی لسٹ میں اک ایسی ہی آئی ڈی تھی
""وہ اجنبی تھا لیکن لگتا تھا آشنا سا""

وہ چینلوں پہ ہمیں درس دیتا تھا کہ جسے
""خبر نہیں ہے کہ سورج کدھر سے نکلا تھا""

گویا سارے تھے ہمارے ڈھیٹ پن سے بے خبر
""طعنہ زن تھا ہر کوئی ہم پر دلِ ناداں سمیت""

کس کی طرف سے آیا لفافہ بتا ذرا
""کیوں رُک گئی قلم کی روانی کوئی لکھو!""

تو نے بھی مجھے آن کے گچی سے ہی پکڑا
"دنیا تیرے بارے میں مرے خواب بہت تھے"

میں کاما ہوں کہ سنبھالوں تری امانت کو
"اگر چلا ہے تو جو کچھ مجھے دیا، لے جا"

یہ عطر تو میں نے ہی تجھے گفٹ کیا تھا
"ہر سانس میں مجھ کو یہی لگتا ہے کہ تم ہو"

دیکھا جو کارٹون مرا تو شرارتاً
"وہ مسکرا دیا یہ ہنر بھی اُسی کا تھا"

مرے لئے تیرے منہ سے "دفع" نکلتا ہے
"ترے لئے میرے منہ سے دعا نکلتی ہے"

آخرِ کار ذلالت کا ہوا میں عادی
"پہلے پہلے تو طبیعت میری گھبرائی بہت"

چلے گئے وہ کہیں، ہم کہیں پہ چرنے لگے
''جو قربتوں کے نشے تھے وہ اب اُترنے لگے''

اِس سے پہلے کہ مار دیں ٹکر
''جانے والوں کو راستہ ہی دے''

کل جو ہمارے واسطے بنتے رہے ہیں ڈاکئے
''آج وہی ستم ظریف غیر کے نامہ بر ہوئے''

اپنی طرف سے ناصح کی ہمراہی ہے
''تجھ سے تیری باتیں کرتے جاتے ہیں''

کورونا نے وکھری ہمیں تہذیب سکھائی
''اِس عہد نے پہنے ہیں نقاب اور طرح کے''

گرانیوں کے بھنور میں دھکیلتے ہیں ہمیں
''وہ چاہتے ہیں حکایاتِ چشم ولب بھی نہ ہوں''

موالی لے کے ظالم آ گیا ناں!
"کہا تھا کس نے اُس کا راستہ تک"

سنا ہے خوب سا میک اپ کیا ہے
"سنا ہے اب کے تیاری بہت ہے"

روشنائی جو بھرے بہرِ غزل خامہ میں
"خشک ہوتا ہوا دریائے صداقت دیکھوں"

عرضِ عشق پر جھاڑ کس لئے رسید ا ہے
"آپ سے کوئی پوچھے ہم نے کیا برائی کی"

میں نے ہی بونگی مار کے لے لی ہیں لعنتیں
"ورنہ کسی کا دھیان کہاں تھا مری طرف"

وہ کل کلاں نہ ہمیں چھوڑ دے کسی کے لئے
"کسی کو چھوڑ کے وہ اب اگر ہمارے ہوئے"

یونہی نہیں کہتے تھے اُسے ماسی مصیبت
''اُس شخص کے پاؤں میں تو بھونچال بندھے تھے''

چھوہارے کھائے ہیں احباب نے بہر جانب
''کہ وہ کسی کے ہوئے ہم کسی کے، یونہی سہی''

دریدہ جبین کا ہے کو رفو ہو
''جو پہنیں ہم سبھی کے سنگ پہنیں''

کوئی سودآ کا ہے سودائی تو ہو
''ہم کو غالب کا ہے دیوان عزیز''

یوں حبیبوں میں رقیبوں میں تو کل کل نہ رہے
''کہ وہ اُٹھ جائے جو محفل سے تو محفل نہ رہے''

سمجھا تھا اپنے باپ کا وہ مال کیا اُنہیں
''رخصت ہوا تو انجم و مہتاب لے گیا''

عجیب لوگ تھے اُن کا گلا نہیں بیٹھا
''پکارتے رہے تجھ کو پکارنے والے''

میں پنڈی کی ٹریفک میں پھنسا ہوں
''تم اپنے گھر کو واپس آ گئے کیا؟''

تمام شہر میں وہ ''ڈون'' بن کے پھرتا تھا
''مگر یہی کہ کچھ ایسا مزاج اُس کا تھا''

ویزوں کے لئے خوار ہوا پھرتا ہے ناحق
"آ اور مرے دل کی سرائے کو وطن کر"

تم نے سرما میں نہانا نہیں ہے
"لوگ مر جائیں بلا سے تیری"

اُس کے پیو نے دبکے مارے، اُس کے ویر نے چیخ دیا ہے
"پھر بھی اُس کوچے سے گزرے، پھر بھی اُس کا نام لیا ہے"

کوئی شو باز حکومت کے خصم سے بولے
"اِن کا آغاز ہی اچھا نہ مآل اچھا ہے"

پہلے تو بیانات دیا کرتے تھے کیا کیا
"اب جاں پہ بنی بھی ہے تو درماں نہیں کرتے"

تو کہاں کا ہے بھانڈ جانِ جہاں
"میری ہر بات کا جواب ہنسی؟"

کتنے بندے ہوئے خاموش یہاں بک جھک کر
"اب تمھیں بھی ہے اگر کوئی گلہ بسم اللہ"

ناخدا ہم کو ملے ہیں عقل سے پیدل ظفرؔ
"منزلیں چاروں طرف ہیں، راستہ کوئی نہیں"

کہلاؤں گا "لوٹا" یہ گماں تک بھی نہیں تھا
"پر ترکِ تعلق تو بہت خوار کرے ہے"

نوید ظفر کیانی کی مزید کتابیں
ڈنکے کی چوٹ
کچھ میٹھا ہو جائے
ڈھول کا پول
جہانِ دگر
کھری کھری
اور بارش ہو
زبان درازیاں
میں اور چراغ
ارے!
مہمان
دگڑ دگڑ
اِس طرح تو ہوتا ہے
مکتبۂ ارمغانِ ابتسام
http://naveedzafarkiani.wordpress.com
www.facebook.com/nzkiani